

مظہر کلیم ۱۱۷

شری پانکھ

PP

پاکستانی پوائنٹ

www.pakistaniPoint.com

جناب منظر کلیم ایم اے کا قلم نے ہر طرف

ٹہنی ہے آف
ٹہنی ہے آف

منظر کلیم ایم اے

روی پبلی کیشنز چوک اردو بازار

لاہور

عمارت پیر کا خاص

تالوت کار

قیمت ۸ روپے

پوری دنیا کے سیکرٹ ایجنٹ ایک تالوت کی تلاش میں ہیں اور پھر تالوت ملے گا لیکر جسے جو بھی اسے دیکھتا مر جاتا۔ آخر کیوں ہے مافیا کی تنظیم تالوت حاصل کر لیتی ہے اور نیلای سے کرا دیتی ہے۔ اور تالوت میں ہزاروں کی لاشیں باندھتی ہے، اور تالوت کا راز راز ہے رہا۔

عنقریب شائع ہو گا ہے

روبی پبلیکیشنز

آج ہی اپنے قیمتی آرڈر سے نوازیں

چوک اردو بازار

میجر بینگورا ابھی تک اپنا سر پکڑے مرنے پر بھیٹا تھا کرنل ٹیلی نام اور کیپٹن واسطی بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ دونوں سپاہیوں کی لاشیں دروازے کے پاس پڑی تھیں۔ ڈرائنگ روم کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔ بینگورا کے بنگلے کے ارد گرد مسلسل سیٹیاں بج رہی تھیں۔ ملٹری سرگرمی سے پر مود کو تلاش کر رہی تھی آس پاس کے تمام بنگلوں کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ سرکوں پر ہر طرف ملٹری پولیس گشت کر رہی تھی۔

”ظالم بلا کا سخت جہان تھا۔“ بینگورا نے آہستہ آہستہ سر اٹھاتے ہوئے کہا

”لیکن وہ تھا کون“ کرنل ٹیلی نام نے پوچھا

”کیپٹن پر مود . . . اور کون“

”ہاں تینیا چونکہ وہ ہمیں پہچانتا تھا اس لئے اس نے یہی سمجھا کہ تم ناغضان
کے خلاف سازش کرنے کے لیے یہاں آئے ہو“
”لیکن میرا اسے کیسے پتہ چلا کہ کرنل ٹیلی نام نے کہا
جس طرح بھی اسے پتہ چلا بہر حال پتہ چل گیا
میسجر غلامانی نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا
”اب میرے خیال میں میجر بینگور اور کرنل ٹیلی نام کو دہائش لگاپیں
تبدیل کر دینی چاہئیں“ واسطی نے کہا
”یقیناً۔ میجر غلامانی نے کہا
”پر مود کا ساتھی موجود ہے یا نہیں“

کرنل ٹیلی نام نے اچانک پوچھا
”موجود ہے“ میجر غلامانی نے حیرت بھرے انداز میں کہا
میرے خیال میں اسے کچھ نہ کچھ معلوم ہوگا اس پر اگر سختی کی جائے
تو پتہ چل سکتا ہے“ کرنل ٹیلی نام نے کہا
”ٹھیک ہے مگر اس پر سختی کی گئی تو وہ رابطہ قائم کر کے سب
کچھ پر مود کو بتا دے گا۔ نتیجتاً ہمارا پلان فیل ہو جائے گا“
میسجر غلامانی نے کہا

”ہاں یہ بھی صحیح ہے“ کرنل ٹیلی نام نے مدہم لہجے میں کہا
”میں سوچ رہا ہوں۔ پر مود یہاں سے نکل کر کہاں غائب ہو گیا ابھی
تک اس کے متعلق کوئی نہ کوئی اطلاع ہمیں مل جانی چاہیئے تھی“

کیپٹن واسطی نے میجر غلامانی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا
کوئی بات نہیں، وہ کہیں نہیں جاسکتا، چاروں طرف ملٹری الرٹ
ہے۔ میجر غلامانی نے جواب دیا

ایک خیال میرے ذہن میں آیا ہے کہ کیپٹن پر مود مجھے دیکھ چکا ہے
اب اگر پر مود کے ساتھی نے پر مود کو ٹرانسمیٹر پر اپنی گرفتاری اور پوچھ گچھ
کا تمام حال بتلادیا تو یقیناً میرا حلیہ بھی بتا دے گا۔ کیونکہ پوچھ گچھ کے
دوران میں بھی موجود تھا۔ اس طرح ہمارا سارا پلان اس کی نظر میں آ جائے گا“

بینگور نے سب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا
”ہاں تمہارا یہ خیال کسی حد تک ٹھیک ہے“ میجر غلامانی نے سوچتے ہوئے کہا
”اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ فوراً پر مود کے ساتھی کو گولی
مار دی جائے تاکہ وہ پر مود تک بات پہنچا ہی نہ سکے“

کرنل ٹیلی نام نے کہا
”ٹھیک ہے کیپٹن واسطی ٹیلی فون پر اس کو فوراً گولی مار دینے کا
حکم دے دیں“ میجر غلامانی نے کیپٹن واسطی کو حکم دیتے ہوئے کہا
”اوکے سر میں ابھی آرڈر دے دیتا ہوں“
واسطی نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا

گندے پانی سے بھی گزرنا پڑا تھا۔ وہ جلد از جلد کسی کھلی جگہ پہنچنا چاہتا تھا۔ اچانک وہ چلتے چلتے ٹک گیا۔ کیونکہ اس کی گھڑی سے ٹک ٹک کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ یقیناً کسی کی کال تھی پر مود نے دھڑ بٹن کو ہلکے سے دبا دیا۔ گھڑی کے ڈائل پر بس ہوا بارہ کا ہندسہ چمک اٹھا۔ اس نے گھڑی کو کان سے لگا لیا

”صدیقی سپینگ اور“ دوسری طرف سے آواز آئی

”ہیلو پر مود از دس اینڈ اور“

پر مود نے تیزی سے جواب دیا

”سر میں گرفتار ہو چکا ہوں“

اور پھر صدیقی نے اپنی گرفتاری اور پوچھ گچھ کے متعلق تمام تفصیل بتلا دی

”تم سے پوچھ گچھ کتنے آدمیوں نے کی تھی“

پر مود نے اچانک کسی خیال سے پوچھا

”سوالات تو صرف ایک آدمی نے کئے تھے ویسے وہاں تین آدمی موجود تھے“ اور پھر صدیقی نے ان تمام کے حلیے بتلا دیئے۔

پر مود ان سب کے حلیے سن کر بڑے زور سے اچھلا

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم صحیح حلیے بتلا رہے ہو“

پر مود نے جو شیلے انداز میں پوچھا

”ییس سر“ صدیقی نے جواب دیا

آخری سیر بھی پر ٹک کر پر مود نے جیبیں ٹٹولیں۔ اندرونی جیب سے ایک پنسل ٹارچ نکالی اور ٹارچ کی روشنی اس گھپ اندھیرے میں کافی تیز معلوم ہو رہی تھی۔ اندھیرے کا مسئلہ تو حل ہو گیا، پھر وہ آخری سیر بھی سے نیچے اتر گیا۔ گٹر کی دیواروں کے ساتھ ساتھ تھوڑی تھوڑی جگہ خشک تھی۔ پر مود پیر پر پیر جاتا ہوا چلنے لگا۔ بدبو سے اس کا دماغ پھٹ رہا تھا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر منہ پر رکھ لیا۔ وہ اب کافی دور نکل آیا تھا۔ گٹر ابھی تک بیدھا جا رہا تھا۔ اب پر مود کو ہلکے ہلکے چکر آرہے تھے۔ شاید گٹر سے پھیل ہوئی گیس کی وجہ سے تھا۔ لیکن پر مود نے اپنی پوری قوتِ ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے گیس کا خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ اور اب وہ کافی تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا۔ کئی جگہ تو اسے چلتے

چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہوں اسے باہر نکلنا چاہیے اچانک اسے ٹانج
کی روشنی میں دیدار کے ساتھ ساتھ اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں
نظر آئیں اس نے ٹانج بجھا کر جیب میں ڈالی اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا
چند سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھ سے اوپر لگے ہوئے
فلادی ڈھکن پر دباؤ ڈال کر ایک منٹ بعد ڈھکن سوراخ سے ہٹ
گیا۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اس کی ناک سے ٹکرایا اس نے فوجت محسوس
کی لیکن ڈھکن اتارتے ہی وہ پھرتی سے دوبارہ سیڑھیاں نیچے اتر گیا
اور پھر سوراخ سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس انتظار میں
تھا کہ کہیں کسی کی نظر اٹھتے ہوئے ڈھکن پر نہ پڑ گئی ہو۔ چند لمحوں
تک وہ انتظار کرتا رہا، جب کچھ سبھی رد عمل ظاہر نہ ہوا تو پھر وہ
سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ پھر اس نے احتیاط سے اپنی گردن سوراخ سے
باہر نکالی۔ چاروں طرف دیکھا اسے اطمینان ہو گیا کہ جگہ بالکل محفوظ ہے
وہ لمبی ہیڈ کوارٹر سے کافی دُور آچکا تھا۔ چاروں طرف چھوٹے
چھوٹے ٹیلے تھے وہ اُچک کر سوراخ سے باہر آ گیا۔ اس نے جلدی سے
ڈھکن اٹھا کر دوبارہ سوراخ پر فٹ کر دیا۔ اور پھر زمین پر
ریکتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ کیونکہ جیگانگ ٹاور اسے اب بھی نظر آ رہا
تھا۔ اور ٹاور پر سے کسی کی نظر اس پر پڑ سکتی تھی۔
ایک ٹیلے کی اوٹ میں پہنچ کر وہ رک گیا۔ چاروں طرف خاموشی
طاری تھی۔ اس نے آہستہ سے ٹیلے کی دوسری طرف دیکھا اسے دُور لمبی

”اگر تم صحیح کہہ رہے ہو تو پھر تمام پلان ہی اُلٹ جاتا ہے“
پر مود نے کچھ سوچتے ہوئے کہا
”وہ یہ سب کچھ سن کر حسرت سے سن ہوا کھڑا تھا۔ کچھ دیر تک وہ
سوچتا رہا۔ پھر اس نے سر جھٹک کر کوئی فیصلہ کر لیا
”صدیقی تم اب کس پوزیشن میں ہو“
”میں ایک کمرے میں بند ہوں“ صدیقی نے جواب دیا
”دُور وہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ تمہیں ہر قیمت پر وہاں سے
نکلنا ہے، وہاں سے نکل کر پھر مجھے کال کرنا۔“ بقیہ پر دُور گرام بعد میں
بتاؤں گا“ پر مود نے صدیقی کو حکم دیتے ہوئے کہا اور ڈرائیوٹر
بند کر دیا۔
اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔ میجر غلامانی اور کیپٹن واسطی کیوں اس سے
رہائش گاہ کا بہرہ چھنے پر مقرر تھے۔ اب تمام حالات اس کی سمجھ میں آ گئے تھے
”اب میں انہیں سمجھ لوں گا“
پر مود نے سر جھٹکتے ہوئے کہا
اب وہ کافی دُور آچکا تھا اور پھر اب گیس کا اثر بھی آہستہ آہستہ
اس کے دماغ پر ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے سوچا اب اسے جلد سے جلد اس
گٹر سے نجات پانی چاہیے۔ چنانچہ اس کی رفتار کچھ اور تیز ہو گئی۔ لیکن
گٹر کہیں ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ اس نے سوچا اب جو سیڑھیاں
راہ میں آئیں گی اس کے ذریعہ وہ ڈھکن اٹھا کر باہر نکل جائے گا حالانکہ

ہیڈ کو اڑٹر کی عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ لیکن ٹیلے سے تھوڑی دور اس کی نظر ایک شہیڈ پر پڑی یہاں شاید کوئی سب چینگ پرست تھی اس نے سوچا کوئی نہ کوئی شخص اس میں ضرور موجود ہوگا اور اس کی طرف شہیڈ کا پھل حصہ تھا۔

وہ اب اس شہیڈ کی طرف ریگتے لگا۔ چند منٹ بعد وہ شہیڈ کی پشت والی دیوار تک پہنچ چکا تھا۔ اب وہ دیوار کے ساتھ ساتھ لگا ہوا اس کے سامنے والے حصے کی طرف جا رہا تھا۔ چند لمحے بعد وہ اس پوزیشن میں آگیا کہ وہ دیوار کی اوٹ سے شہیڈ کے سامنے کے رخ کو دیکھ سکتا تھا وہاں اسے ایک سپاہی ہاتھ میں شین گن لیے کھڑا نظر آیا۔ سپاہی کی نظریں سامنے ہیڈ کو اڑٹر کی عمارتوں پر جمی ہوئی تھیں۔ پر مود دیوار کے ساتھ چکنا ہوا سپاہی کی طرف بڑھا۔ اچانک سپاہی اس کی طرف پلٹا۔ اس کے پلٹتے ہی پر مود نے بھی اس کی طرف پھلانگ لگا دی کیونکہ جس وقت سپاہی پلٹا۔ پر مود اس کے کافی قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ سپاہی کو رگیدتا ہوا چلا گیا۔ شین گن اس کے ہاتھوں سے پھوٹ کر فرش پر گر پڑی تھی وہ اس ناگہانی آفت سے گھبرا گیا تھا۔ پر مود پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر جیسے ہی سپاہی نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ پر مود کی ہتھیلی اس کی گردن پر پڑی اور دوسرے لمحے اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی۔ پر مود سپاہی کی لاش کو گھسیٹ کر شہیڈ کے کونے میں لے گیا۔ اور پھر اس نے اس کا لباس اُتارنا شروع کر دیا۔ چند ہی

بعد وہ اپنے کپڑے اتار کر اس سپاہی کو پہنا چکا تھا۔ اور اس کے کپڑے خود پہنے کھڑا تھا۔ اس نے شین گن بھی اُٹھا کر دیوار کے ساتھ ٹکا دی اور پھر سپاہی کی لاش کو گھسیٹ کر شہیڈ کی پچھلی طرف لے آیا۔ وہاں اسے بھینک کر وہ سائے کے رخ پر آیا اور جلد از جلد اپنا موجودہ میک اپ ختم کرنے لگا اور اب اس کے اصل چہرے پر ایک گھنی مونچھوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اس نے شین گن اٹھائی اور ملٹری ہیڈ کو اڑٹر کی عمارتوں کی طرف چل پڑا۔

اعظم آج حسب معمول میڈ کوارٹر کی مارکیٹ سے سودا سلف
لے کر واپس آ رہا تھا کہ اسے آفیسر کالونی کے سامنے والی ایک
بیرک کے ایک کمرے سے ایک آدمی تیزی سے نکلتا ہوا نظر آیا۔
اعظم کی آنکھیں حیرت سے اٹھ گئیں۔ اعظم چونکا اس لیے تھا کہ وہ اسے
پہچان چلا تھا اور ڈاجیشیا کا مشہور سیکرٹ ایجنٹ میجر بینگورا
تھا۔ اعظم ایک لمحے کے لیے رُک کر اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ بینگورا
اسی بیرک کے ایک اور کمرے میں گھس گیا۔ اعظم تیزی سے اپنے
بنگلے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جلد از جلد اس سبزی والے بیگ سے ٹھکانا
حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بیگ بنگلے میں پہنچایا اور پھر دوبارہ
اسی بیرک کی طرف چل پڑا اسے علم تھا کہ کرنل جمالی کا دفتر بھی اسی
بیرک میں ہے اس لیے وہ بے دھڑک سامنے کھڑے ہوئے
سپاہی کے سامنے سے گزرتا چلا گیا۔ سپاہی اسے کرنل جمالی کے ٹبلر
کی حیثیت سے پہچانتا تھا۔ کیونکہ وہ ایک بار کرنل کے بلانے پر وہاں
آیا تھا۔ سپاہی نے سمجھا کہ شاید کرنل جمالی کے لیے کوئی پیغام لے کر
آیا ہو گا۔ اعظم تیزی سے ایک کارڈیڈار میں مڑ گیا۔ سامنے ہی
کرہ تھا۔ جس میں میجر بینگورا داخل ہوا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔
لیکن اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

اعظم نے آہستہ سے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ کرہ خالی تھا۔ وہ اندر
داخل ہو گیا۔ بائیں رخ پر ایک اور دروازہ تھا اس پر بھی پردہ

اعظم بحیثیت ٹبلر کام کر رہا تھا اس کے مالک کرنل جمالی کو اسپر
ابھی تک شک نہ ہوا تھا۔ اعظم اپنے کام کے ساتھ ساتھ ارد گرد
کے حالات کا جائزہ بھی بنور لے رہا تھا۔ لیکن ابھی تک اسے کوئی
کام کی بات معلوم نہ ہو سکی تھی اس لیے اب تک اس نے پرمودے
بھی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی پرمودہ کی کال آئی تھی کرنل
جمالی اس بنگلے میں اکیلے رہتا تھا اس لیے اس کی ڈیوٹی پر جانے
کے بعد وہ فارغ ہی ہوتا تھا۔ کرنل جمالی روزانہ صبح نو بجے
بنگلے سے جاتا اور پھر شام کو نہ بجے واپس آتا تھا۔ آج کرنل
جمالی خلاف معمول صبح سات بجے دردی پہن کر چلا گیا تھا۔ اعظم
حیران تھا۔ اسے خیال آیا کہ کوئی خلاف معمول واقعہ پیش آیا
ہو گا۔ پھر ایک اور واقعہ ہوا۔ جس نے اعظم کو چوکا دیا۔

پردہ پڑا ہوا تھا۔

یہ دروازہ ساتھ والے کمرے کا تھا۔ اندر سے باتوں کی ہلکی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔ اعظم نے آہستہ سے پردہ اٹھا کر دیکھا میجر بینگورا کے ساتھ ایک اور آدمی صوفے پر بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ اعظم کو خطرہ تھا کہ کوئی اُٹ جائے، اس لیے وہ زیادہ دیر تک یہاں نہیں ٹرک سکتا تھا۔ اسے اطمینان ہو تو چکا تھا کہ میجر بینگورا گیا نہیں بلکہ اس کمرے میں ہے اور اسے کہیں جانے کے لیے بیرک کے سامنے سے گزرنا پڑے گا۔ اس لیے وہ فوراً واپس پلٹ پڑا۔ برآمدے میں آنے کے بعد وہ پاسبی کے پاس سے گزرتا ہوا آفیسرز کالونی کی طرف مرٹ گیا اور پھر دو بنگلوں کے درمیان بنی ہوئی ایک چھوٹی سی گلی میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ گلی نوکروں کی آمد و رفت کے لیے بنائی گئی تھی یہاں اس پر کوئی شک بھی نہیں کر سکتا تھا اور وہ سامنے کی بیرک پر آسانی سے نظر رکھ سکتا تھا۔ کافی دیر تک وہ اس گلی میں کھڑا رہا۔ اتفاق ایسا تھا کہ ابھی تک اس گلی میں سے کوئی نہیں گزرا تھا۔ اچانک اعظم چونک پڑا۔ کیونکہ میجر بینگورا بیرک سے نکلتا ہوا نظر آیا۔ اب وہ آفیسرز کالونی کی طرف ہی آ رہا تھا۔ اور پھر وہ اس کے سامنے سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ کافی فاصلے سے اعظم بھی اس کا تعاقب کرنے لگا۔ کافی بنگلے گزرنے

گزرنے کے بعد میجر بینگورا ایک بنگلے میں چلا گیا۔ اس نے بنگلے کے کارڈیڈار میں لگے ہوئے ایک دروازے کا تالا کھولا تھا۔ اس سے اعظم سمجھ گیا کہ وہ اس بنگلے میں رہائش پذیر ہے اس نے بنگلے کا نمبر دیکھا اور پھر خاموشی سے اپنے بنگلے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ اطمینان سے پر مود کو رپورٹ دینا چاہتا تھا۔

سلاخ کو پوری قوت سے کھینچا لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ سلاخ ذرا سی بھی نہیں ہلی۔ اس نے بار بار کوشش کی لیکن بے سود آخر اس نے سلاخوں پر کوشش کرنی چھوڑ دی اب اس کا ٹارگٹ وہ روشن دان تھا۔ اس نے صوفہ گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ کھڑا کیا اور لوہے کی جالی میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچا۔ دو تین بار کوشش کرنے سے جالی کا فریم اکھڑ آیا اب وہ باہر جاسکتا تھا۔ لیکن روشن دان کافی تنگ تھا۔ صدیقی نے اپنے جسم کو سکھڑا۔ اور روشن دان میں داخل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ سوراخ کافی تنگ تھا۔ لیکن پھر بھی صدیقی سمٹ سمٹا کر آدھا اس کے اندر داخل ہو گیا اس عمارت کے پری طرف خالی میدان تھا اس نے اور آگے کھسکنا شروع کر دیا ابھی اس کا آدھا جسم کمرے کے اندر تھا کہ یکدم کمرے کا دروازہ زور سے کھلا اور صدیقی کا دل دھک سے رہ گیا۔

”ارے یہ تو بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے“

ایک تیز آواز صدیقی کے کانوں سے ٹکرائی۔ اور اس نے جلدی جلدی آگے کھسکنے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود اچانک کسی نے پیچھے سے اس کی ٹانگیں پکڑ کر اندر کی طرف گھسیٹیں۔ لیکن صدیقی اب سوراخ میں پھنس چکا تھا۔ اور اسے زور کا جھٹکا لگا

صدیقی نے پرمود کا حکم سن کر گھڑی کا ڈنڈ بٹن دبا دیا اب وہ اس کمرے سے نجات پانا چاہتا تھا۔ بظاہر وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ کمرے دس مربع فٹ تھا اس میں صرف ایک صوفہ رکھا ہوا تھا۔ کمرے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ جو باہر سے بند تھا۔ کمرے کی پشت پر ایک کھڑکی تھی جس میں لوہے کی موٹی سلاخیں فٹ تھیں۔

اور یہ جالی دار روشن دان تھا اس نے سوچا باہر اس کھڑکی سے ہی نکلا جاسکتا ہے لیکن کھڑکی میں لگی ہوئی سلاخیں اس کا منہ چڑھا رہی تھیں اس کے پاس ایسا کوئی ہتھیار نہیں تھا جس سے وہ سلاخیں کاٹ سکتا آخر اس نے ہاتھوں سے سلاخوں پر زور آزمائی کی کوشش کی اس نے دونوں ہاتھوں سے کھڑکی کی ایک

لگا اور وہ بے اختیار کھکتا ہوا کمرے کے اندر آ گیا۔ اسے گھینٹنے والا بھی اس کے ساتھ ہی گرا تھا۔ یہ ایک اچھے خاصے تین دوش کا نوجوان تھا۔ اس کی ٹہنی گن کمرے کے فرش پر پڑی تھی، دونوں ہیک دوسرے کے اوپر فرش پر گرے تھے لیکن صدیقی باوجود کچھ زخمی ہونے کے اس سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اس ہیک کی ٹہنی گن اٹھالی اور پھر سٹین گن کا دستہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے نوجوان کے سر پر ایک دھماکے سے لگا پچک کی آواز آئی اور اس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ صدیقی نے کچھ اس زور سے ٹہنی گن اس کے سر پر ماری تھی کہ ایک ہی وار کافی ہو گیا۔ صدیقی نے ہیک کی کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اب اس کے ذہن میں فرار ہونے کی ایک ترکیب آئی تھی اس نے تیزی سے اپنے اور مرنے والے نوجوان کے کپڑے تبدیل کیے اور پھر سٹین گن اٹھا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ کمرے کے سامنے کار دیڈار سا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس میں سے گزرا چلا گیا۔ راستے میں آنے والے کسی سپاہی نے اسے نہیں دیکھا۔ اور وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک دیوار کے سائے میں رُک کر اس نے اعظم کو کال کیا۔ اس نے اسے فوراً آفیسر کالونی کے بنگلہ نمبر ۲۰۶ میں آنے کی ہدایت کی اور پھر تھوڑی دیر بعد صدیقی، بنجی و عافیت بنگلہ نمبر ۲۰۶ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ اعظم ہٹلر کے روپ میں اسے برآمدے میں ہی مل گیا۔ اور پھر وہ اسے بیٹا ہوا بنگلے کے اندر چلا گیا وہ اسے

کسی نے داخل ہوتے نہ دیکھا۔ وہ اسے اپنی کوششوں میں لے آیا۔ لوہیا رے اب کچھ عرصے کے لیے تم محفوظ ہو گئے ہو۔ اپنا یہ ہیک اب ختم کر کے فوراً اصلی شکل میں آ جاؤ۔ اعظم نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ اور خود باہر نکل گیا۔ صدیقی نے فوراً اپنا ہیک اب ختم کیا۔ اب وہ اصلی شکل میں تھا اعظم دوبارہ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

”نو تم کھانا کھاؤ۔ میں ذرا پرمود کو کال کر کے تمام حالات بتاتا ہوں“ اعظم نے ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا صدیقی چونکہ کافی عرصہ سے بھوکا تھا۔ اس لیے فوراً کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ اعظم نے پرمود کو کال کرنا شروع کر دیا۔

اچانک اس کی گھڑی میں ٹھک کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے
ٹٹن دبا کر کال ریسیور کو فی شروع کر دی۔ کال اعظم کی تھی جس نے اسے
صدیقی کے پہنچنے اور ممبر بنگر اس کے متعلق تمام تفصیل بتادیں۔

اعظم میں ایک آدمی کو زیر دستی کار میں سے کر تھارے بجلے
پر آ رہا ہوں۔ تم مجھے بجلے کے برآمدے میں ملنا۔

”او کے میں استقبال کے لیے تیار رہوں گا۔“

اعظم نے ہنستے ہوئے جواب دیا

”تھارا کرل جہاں کس وقت آئے گا۔“

”وہ ایک گھنٹے بعد پہنچے گا۔“

”او کے اوور اینڈ آل۔“

پرمود نے یہ کہہ کر گھڑی کا ونڈ ٹٹن دوبارہ دبا دیا

اور یہ اچھا ہوا کہ پرمود کی گفتگو چند لمحے پہلے ختم ہو چکی تھی۔ کیونکہ

چند لمحے بعد کار کا اگلا دروازہ کھلا۔ اور کیپٹن واسطی ڈرائیونگ

سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے کار شارٹ کی۔ اچانک اس کی پشت

سے ٹٹین گن کی نالی ٹھک گئی۔

”یہ ٹٹین گن ہے کیپٹن واسطی۔“

پرمود نے بھرائی ہوئی مگر غراہٹ آمیز آواز میں کہا

”کے۔ کون ہو تم؟“ کیپٹن واسطی اس اچانک اُفتار سے گھبرا

گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی۔

اب پرمود ہیڈ کوارٹر کی سرکول پر اطمینان سے چل رہا تھا ایک ہاتھ
میں اس نے ٹٹین گن پکڑ رکھی تھی۔ اچانک اسے کیپٹن واسطی کار میں
جانا ہوا نظر آیا۔ پرمود اس کا تعاقب کرنے میں بے بس تھا۔ ورنہ
اس کا خیال تھا کہ کیپٹن واسطی اگر اس کے پیچھے پڑھ جائے تو وہ اس
پر تشدد کر کے تمام پلان کا پتہ چلا لے، لیکن وہ کار میں تھا۔ اور پرمود
پیدل کیپٹن واسطی کی کار سڑک کے اگلے موڑ پر جا کر نظروں سے اوجھل
ہو گئی۔ پرمود تیزی سے اسی موڑ کی طرف چل پڑا۔ موڑ مڑتے ہی
اسے دور ایک بیرک کے قریب واسطی کی کار کھڑی ہوئی نظر آ گئی
وہ تیزی سے چلتا ہوا کار کے قریب پہنچ گیا۔ کار کے دروازے لاک
نہیں تھے، اس سے صاف ظاہر تھا کہ واسطی ابھی واپس آ جائے گا۔ وہ
پھرتی سے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر سیٹوں کے درمیان دبک گیا،

”خبردار اگر تم نے نیچے دیکھنے کی کوشش کی تو میں جھون دلوں گا“
 پر مود نے شین گن کو دباتے ہوئے غرا کر کہا
 اب جدھر میں کہوں تمہیں۔ ادھر ہی جانا ہے۔ اگر تم نے کوئی
 چال دکھانے کی کوشش کی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے
 ”کار چلاؤ“

اوکیپٹن واسطی نے سر جھٹکتے ہوئے کار چلا دی ”آفیسر زکالونی
 کی طرف چلو“ پر مود نے حکم دیا
 اب وہ پھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے جیب سے ریو اور
 نکال کر واسطی کی پشت سے لگا دیا۔ شین گن پھلی سیٹ پر رکھ
 دی گئی تھی۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں شین گن کسی کی نظر پر نہ
 پڑ جائے۔

سیکپٹن واسطی کی کار اب آفیسر زکالونی کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے بیک
 مرو میں پر مود کی شکل بھی دیکھ لی تھی۔ لیکن وہ اس وقت ایک سام
 سپاہی کے روپ میں تھا۔ اس لیے واسطی پہچان نہ سکا۔

بلکلہ نمبر ۲۰۶ پر چلو“ پر مود نے اسے حکم دیا
 ”لیکن وہ تو کرنل جمالی کا ہے“ واسطی نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا
 ”ماں تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے“

پر مود نے غراتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد کیپٹن واسطی
 کی کار کرنل جمالی کے بلکلے کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ سامنے کار ویدار

میں اعظم ٹبلر کے روپ میں کھڑا تھا۔ اعظم کو دیکھ کر واسطی کے چہرے
 پر ہلاکت ڈھونڈی۔ اس نے سمجھا کہ اب وہ اس اسٹیکر کی مدد سے اس
 حملہ آور سے بخوبی منٹ سکتا ہے۔

پر مود نے وہیں بیٹھے بیٹھے واسطی کی جیب سے ریو اور نکال لیا
 جیسے ہی ان کی کار کار پڈار کے سامنے رکی۔ اعظم دوڑ کر واسطی
 کے قریب پہنچا۔ اور دوسرے لمحے واسطی ششدر رہ گیا جب اعظم
 کے ہاتھ میں اس نے ریو اور چمکتا ہوا دیکھا

”چپ چاپ نیچے اتر آؤ“ اعظم نے غرا کر کہا
 اوکیپٹن واسطی کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے کار سے نیچے اتر
 آیا۔ پر مود بھی کار سے نیچے اتر چکا تھا

”اندر چلو“ پر مود نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے
 ڈرائنگ روم میں چلا آیا

ڈرائنگ روم سے اسے اندر کے ایک کمرے میں لے آیا
 گیا۔ صدیقی بھی وہیں پہنچ گیا۔

”اعظم اور صدیقی تم کیپٹن واسطی کو ایک کرسی کے ساتھ باندھ دو“
 پر مود نے اسے حکم دیا

اور اعظم پھرتی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ پر مود ابھی تک
 ریو اور سے اسے کور کیے کھڑا تھا۔

صدیقی واسطی کے پیچھے کھڑا تھا۔ واسطی عجیب نظروں سے انھیں

دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ابھنیں تیرتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ اعظم رسی لے کر اندر داخل ہوا۔ اور پھر صدیقی اور اعظم نے اسے ایک کرسی پر مضبوطی سے باندھ دیا۔ واسطی حالات کی اچانک تبدیلی سے اتنا حیران ہوا تھا کہ اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

اعظم تم کیپٹن واسطی کی کانہ گرجا میں بند کر کے باہر برآمدے میں ڈیوٹی دو۔ جیسے ہی کرنل جمالی آئے اسے فوراً گولی مار دینا ”اچھا“ اعظم نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور وہ پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

پرمود واسطی کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ صدیقی بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

”ہاں تو کیپٹن واسطی اب تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں۔ سچ سچ بتا دو ورنہ تمہارا انجام بھی کرنل جمالی کی طرح ہو سکتا ہے“ پرمود نے غراتے ہوئے کہا

”لیکن تم کو یں ہو“ واسطی اب قدرے سنبھل چکا تھا

پرمود نے اپنی گھنی مونچھیں اُتار کر جیب میں رکھ لیں۔ کیپٹن

واسطی پرمود کی شکل دیکھ کر چونک پڑا۔

”کیپٹن پرمود“ اس نے حیرت سے پوچھا

”ہاں تم نے صحیح پہچانا نا بابت تم میری تصویر دیکھ چکے ہو

”لیکن یہ سب کچھ کیا ہے“ واسطی نے حیرت سے رسیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

”ہاں کیپٹن واسطی صاحب یہ سب کچھ اسی سازش کا نتیجہ ہے جو تم لوگوں نے میرے خلاف کی تھی“

پرمود نے زہریلے ہجے میں کہا

”سازش اور آپ کے خلاف یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں“

واسطی نے چونکتے ہوئے کہا

”تم ایکننگ اچھی کر لیتے ہو۔ لیکن تم اور تمہارے دوست ابھی

اتنے چالاک نہیں ہوئے کہ پرمود کو دھوکا دے سکیں“

”میں سمجھا نہیں تم تو ہماری مدد کے لیے یہاں آئے تھے“

واسطی نے آہستہ سے کہا

”ہاں بظاہر تم لوگوں نے مجھے مدد کے لیے بلایا تھا۔ لیکن حقیقت

کیا ہے وہ اب تم بتا دو گے“

پرمود نے مسکراتے ہوئے کہا

اور پھر سب چونک پڑے۔ کیونکہ ساتھ والے ڈرائنگ روم سے ہلکی سی

ٹچ کی آواز آئی تھی اور پھر کسی کے گزرنے کی آواز۔ پرمود سمجھ گیا

کہ اعظم نے کرنل جمالی پر فائر کیا ہو گا۔ اور پھر دوسرے لمحے اعظم

کرنل جمالی کی لاش لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

کرنل جمالی کی لاش دیکھ کر کیپٹن واسطی کا چہرہ تاریک ہو گیا

اعظم تم اس کی وردی اُتار دیں اس سے فارغ ہو جاؤں۔ پر مود نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ صدیقی ابھی تک واسطی کے سر پر کھڑا تھا۔ اعظم نے پھرتی سے کرنل جمالی کی وردی اُتار لی۔ وہ وردی پر مود لے کر ساتھ والے کمرے میں چلا گیا۔ چند لمحے بعد وہ کرنل کی وردی پہن کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چند ٹیوبیں تھیں۔ اس نے وہیں ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر کرنل جمالی کا میک اپ اپنے اُپر کیا فارغ ہونے کے بعد وہ دوبارہ واسطی کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا واسطی خاموشی سے یہ منظر دیکھتا رہا۔

اعظم کرنل جمالی کی لاش اُٹھا کر گٹر میں پھینک دو اور پھینکنے سے پہلے کسی چیز سے اس کا چہرہ اچھی طرح سخ کر دینا کہ لاش ملنے پر کوئی اسے پہچان نہ سکے۔

پر مود نے اعظم کو حکم دیتے ہوئے کہا اور اعظم خاموشی سے کرنل جمالی کی لاش کا ندھے پر اُٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ ”تم سمجھ تو گئے ہو کہ۔ کیپٹن واسطی اس لیے سچ سچ بتاؤ کہ تم لوگوں نے میرے خلاف کیا پلان بنایا تھا۔“

پر مود نے غراتے ہوئے کہا

”کیا بتاؤں“ واسطی نے کہا

لیکن دوسرے لمحے پر مود کا زور دار تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

”تم غلطی کر رہے ہو۔ پر مود تمہیں کچھ بتانا پڑے گا۔“
واسطی کو بھی جوش آ گیا تھا۔

”سچ سچ بتاؤ تم نے میرے خلاف کیا پلان بنایا تھا۔“
پر مود کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا تھا۔

ہم نے تمہارے خلاف کوئی پلان نہیں بنایا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، یہ حقیقت ہے اب تم ویسے تشدد پر آمادہ ہو تو دوسری بات ہے۔“ واسطی نے جی واداری سے کہا
”ہوں تو تم سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے۔“

پر مود نے غراتے ہوئے کہا

”میں بندھا ہوا ہوں تم جو چاہو کر سکتے ہو۔“

واسطی نے پر مود کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا
”اد کے میں تمہاری یہ حسرت بھی پوری کر دوں گا۔ صدیقی اس کی رسیاں کھول دو۔ اور ایک طرف کھڑے ہو کر تماشا دیکھو۔“
صدیقی نے واسطی کی رسیاں کھول دیں۔ اور واسطی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”ہو شیار ہو جاؤ اب تم آزاد ہو اپنے دل کی جھڑاس اچھی طرح نکال لو۔“ پر مود نے اسے کہا

اور دوسرے لمحے واسطی نے اچھل کر پر مود کے سینے پر رلات مارنے کی کوشش کی۔ لیکن پر مود ایک طرف ہٹ گیا۔ واسطی اپنے

سامنے والی کرسی سے جا کھڑا یا۔ اور پھر کرسی سمیت فرش پر ڈھیر ہو گیا۔
 پرمود نے آگے بڑھ کر اسے کالر سے پکڑ لیا اور
 پھر ایک زوردار مکہ واسطی کے جبرے پر پڑا۔ اور وہ ڈکراتا
 ہوا کمرے کی دیوار کے ساتھ جا لگا۔ لیکن پھر ایسے محسوس ہوا
 جیسے دیوار میں کوئی سپرننگ لگا ہوا ہو جس نے واسطی کو واپس
 اچھال دیا ہو۔ پرمود کو واسطی سے اس قسم کی پھرتی کی امید
 نہیں تھی۔ اس لیے واسطی پرمود کو لیتا ہوا فرش پر آگرا۔ دوسرے
 لمحے واسطی کا ہاتھ بلند ہوا۔ اور اس کا مکہ پرمود کے جبرے پر
 پڑا۔ اس نے اپنا بدلے لیا تھا۔ لیکن پھر پرمود کی آنکھوں
 میں خون اُتر آیا۔ واسطی نے اس کے پیٹ میں گھٹنا مارنے
 کی کوشش کی۔ لیکن پرمود کے سر کی ٹکڑ اس کی ناک پر پڑی اور
 وہ پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ اس کی ناک کی ٹی ٹوٹ گئی تھی
 اور ناک سے تیزی سے خون بہنے لگا تھا۔ پرمود نے اب اسے
 ٹھوکروں پر رکھ دیا تھا۔ اس کی بوٹ کی ٹھوکریں لگاتار واسطی
 کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ اور واسطی کا چہرہ لہو لہان ہو
 گیا تھا۔

خبردار اگر چیخ مارنے کی کوشش کی۔ تو گردن توڑ دوں گا۔
 پرمود نے ایک اور ٹھوکرا مارتے ہوئے کہا

لیکن دوسرے لمحے پرمود کی ٹانگ واسطی کے ہاتھ میں آگئی

اس نے زور سے پرمود کی ٹانگ کو جھٹکا دیا۔ اور پرمود الٹ کر
 دوسری طرف جا پڑا۔ اور پھر واسطی تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن
 پرمود اس سے بھی تیز نکلا۔ اس نے اچھل کر سر کی ٹکڑ واسطی کے پیٹ
 پر ماری۔ اور واسطی دوہرا ہوتا چلا گیا۔ اوپر سے پرمود کا دوہتر اس
 کی کمر پر لگا۔ پرمود نے اسے دوبارہ کالر سے پکڑ کر کھڑا کیا اور ایک
 اور زوردار مکہ اس کے جبرے پر کس دیا۔ اب واسطی کے منہ سے خون
 آنے لگا تھا۔ اب اس کی مدافعت کمزور پڑ گئی تھی اسے ایسا محسوس ہو رہا
 تھا جیسے اس کے ہاتھ پیروں میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔

پرمود نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے اسے گریبان سے پکڑ کر
 کرسی پر دھکیں دیا

”صدیقی اسے دوبارہ باندھ دو“

صدیقی نے آگے بڑھ کر اسے دوبارہ کرسی سے باندھنا
 شروع کر دیا۔ اعظم جو اس لڑائی کے دوران کمرے کے اندر آچکا تھا
 اس نے بھی صدیقی کی مدد کی۔ اور چند لمحے بعد واسطی دوبارہ کرسی
 سے بندھ چکا تھا۔

اب تمہارے دل کی حسرت نکل گئی۔ اب ٹھیک ٹھیک بتا دو ورنہ
 میں اس سے بھی بری طرح پیش آؤں گا۔

پرمود نے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا
 ”میں کچھ نہیں جانتا“ واسطی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا

اعظم ذرا یہ میز پر رکھا ہوا اخبار اٹھانا۔ پر مود نے اعظم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

”اخبار“ اعظم نے حیران ہوتے ہوئے کہا

”ہاں اخبار“ پر مود نے کہا

”صدیقی تم ذرا کیسٹن واسطی کے بوٹ اور جرابیں اُتار دو“

پر مود نے صدیقی کو حکم دیتے ہوئے۔ اور صدیقی نے کچھ نہ بکھتے ہوئے سر جھٹکا۔ لیکن پھر خاموشی سے پر مود کے حکم کی تعمیل کی ”تم آخر کیا کرنا چاہتے ہو“

واسطی نے قدرے دہشت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا

”تم سے حقیقت اگلاؤں گا۔ تم اگر سیکرٹ ایجنٹ ہو تو سیکرٹ ایجنٹوں سے حقیقت معلوم کرنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے“

پر مود نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ سے بے رحمی پوری طرح عیاں تھی۔

”اعظم تم اب ایک اور رسی لے کر واسطی کے پیر اچھی طرح کر س کے باندھ دو تاکہ یہ اپنے پاؤں کو حرکت زدے سکے“

پر مود نے اعظم کے ہاتھ سے اخبار لیتے ہوئے کہا

اور اعظم خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحے بعد وہ ایک اور رسی لے کر آیا اور پھر اس نے پہلے سے بندھے ہوئے واسطی کے دونوں پیر کر س کے یا یوں سے مضبوطی سے باندھ دیئے۔

واسطی کے چہرے پر عجیب سے اثرات تھے جیسے یہ اہتمام اس

کی سمجھ سے باہر ہوں

”اعظم اب اس اخبار کو جلا کر واسطی کے پیر کے تلے سے لگا دو“

پر مود نے اعظم کو حکم دیا۔ اور اب اعظم اور صدیقی کی سمجھ میں آیا دراصل پر مود کیا چاہتا تھا۔

”میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا“

واسطی نے بھی پر مود کی حرکات کا مطلب سمجھتے ہوئے زور سے کہا

”بے فکر رہو تمہارے ساتھ ایسا ہی ہو گا۔ بشرطیکہ تم اس سے پہلے حقیقت بتا دو“

پر مود نے مضحکہ خیز انداز میں کہا

صدیقی رومال نکال کر واسطی کے منہ میں دے دو اور پھر اسے

اچھی طرح باندھ دو تاکہ یہ چیخ نہ مار سکے۔ واسطی نے یہ سن کر غصے

میں پر مود کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ لیکن صدیقی نے اس کے

منہ میں رومال ڈال کر اوپر دو سرا رومال باندھ دیا۔ اب واسطی

بے بس تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے یوں محوس ہوتا تھا جیسے

اس کا بس چلے تو وہ پر مود کو کچا چبا جائے۔

اعظم نے اتنے میں اخبار جلا کر واسطی کے پیر تلے رکھ دیا۔

جیسے آگ کا سینک واسطی کے پیر کے تلے کو پہنچنے لگا۔ اس نے

رسیاں تڑوانے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور وہ اپنے سر کو کلیف کی شدت سے ادھر ادھر جھٹکنے لگا۔

پھر چند لمحوں بعد بے بسی سے اس کی آنکھوں میں سے آنسو نکلنے شروع ہو گئے۔ اب گزشت جلتے کی سراپا آنے لگ گئی تھی۔ اپنا ایک واسطی نے سر کو اس انداز سے ہلانا شروع کر دیا جیسے وہ سب کچھ تیلانے کے لیے تیار ہو۔

”اعظم آگ ہٹا لو۔“ پر مود نے جوساٹے کسی پر بیٹھا بڑے اطمینان سے واسطی کی بے بسی کا نظارہ کر رہا تھا۔ اعظم کو کہا۔ اور اعظم نے جلتی ہوئی اخبار پیر کے پیچے سے کھینچ لی۔

”صدیقی اس کا منہ کھولو۔“

پر مود نے صدیقی کو مخاطب ہو کر کہا اور صدیقی نے اوپر بندھا ہوا رومال کھول کر اس کے منہ سے دوسرا رومال نکال لیا۔

”پانی“ رومال نکلتے ہی واسطی کے منہ سے نکلا۔

اور اعظم نے پر مود کے اشارے پر کمرے میں رکھی ہوئی

ایک صراحی سے پانی نکالا۔ اور واسطی کو پلا دیا۔

”میں تمہیں قتل کر دوں گا“

واسطی نے چیختے ہوئے کہا

”کیا دوبارہ عمل شروع کر دوں“

پر مود نے سرد آواز میں کہا

”کیا پوچھنا چاہتے ہو“

آخر واسطی نے بے بسی سے کہا

”میرے خلاف جو پلان بنایا گیا اس کی تمام تفصیل بتلا دو۔ لیکن یہ خیال رکھو کہ سچ بتلانا۔ کیونکہ مجھے تمہاری آنکھوں سے پتہ چل جائے گا کہ تم سچ بول رہے ہو یا جھوٹ اور یاد رکھو جھوٹ بولنے پر میں خنجر سے تمہاری دونوں آنکھیں نکال لوں گا“

اور پھر واسطی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پر مود کو تمام تفصیل بتادی۔ اعظم اور صدیقی حیرت سے یہ تمام تفصیل سن رہے تھے۔

”اُف اتنی بھیاںک سازش“

اعظم تفصیل سننے کے بعد بولا۔ لیکن پر مود اس دوران سکر اتار رہا تھا اب بتاؤ کرنل ٹیلی نام اور سبجریٹنگور کہاں رہا ٹش پذیر ہیں“ پر مود نے پوچھا اور واسطی نے اسے بتلادیا۔

”سبجریٹنگور کی رہائش کے متعلق اسے اعظم پہلے ہی بتا چکا تھا اور واسطی نے بھی وہی پتہ بتلایا تھا۔ اس سے پر مود سمجھ گیا کہ واسطی سچ کہہ رہا ہے۔“

”ہوں تو یہ تھی سازش۔ یعنی میرے لیے موت کا جال بچھایا گیا تھا۔“ پر مود نے مسکراتے ہوئے کہا

اب میں بتاؤں گا کہ پر مود کے خلاف سازش کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے“

”اب سب سے پہلے تو تمہارا نمبر ہے“

پرمود نے واسطی کی طرف خوفناک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

”نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔ میں بے قصور ہوں“

واسطی پرمود کا مطلب سمجھ چکا تھا۔

میں ایسے دشمنوں پر رحم کرنے کا عادی نہیں ہوں۔۔۔۔۔ جو

دوستوں کا روپ دھار کر وار کرتے ہیں“

”اس کو کھول دو تاکہ اسے حسرت نہ رہے کہ مجھے باندھ کر مارا گیا

تھا“ پرمود نے اعظم اور صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے واسطی کی

طرف اشارہ کیا

اعظم اور صدیقی نے واسطی کو کھول دیا۔ واسطی کھلتے ہی

اُچھلا کہ اس کے پیر میں سخت تکلیف تھی۔ لیکن پھر بھی جان کے

خوف سے اسے وہ تکلیف بھول گئی تھی۔ اس نے اچھل کر دروازے

کی طرف بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن پرمود نے ٹانگ اڑادی اور

واسطی منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ اعظم پک کر دروازے کے

درمیان آگیا۔

اور پھر جیسے ہی واسطی اُٹھا۔ پرمود نے اس کے جبرے پر

زوردار لفظ ہک مارا۔ واسطی اور کوئی چارہ نہ دیکھتے ہوئے

پرمود سے لپٹ گیا۔ اور وہ دونوں گھٹم گھٹتا ہو گئے۔ واسطی

نے اپنی کہنی پرمود کے پیٹ میں زور سے ماری۔ یہ ایک

خطرناک داؤ تھا۔

لیکن دوسرے لمحے پرمود کی ہتھیلی نضا میں اٹھی اور پھر واسطی

نے بچنے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن کھٹک کی ہلکی سے آواز آئی

اور واسطی کی گردن ٹوٹ چکی تھی۔ یہ پرمود کا خصوصی داؤ تھا

جسے وہ عموماً دشمنوں کے خلاف استعمال کرتا تھا۔ واسطی فرش

پر گر پڑا۔ اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔

غائب ہو جاتے ہیں "میسجر غلامانی نے قدرے بے ربط جملے کا
یہ واسطی کی اچانک گمشدگی سے پیدا ہونے والی پریشانی
کا اثر تھا۔

میسجر صاحب کیپٹن واسطی کی لاش آپ کو شمالی پہاڑیوں
کے قریب مل جائے گی۔

"لاش" میسجر غلامانی اپنی کرسی پر اچھل پڑا
"جی ہاں لاش" پر مود کی اطمینان سے بھرپور آواز آئی
لیکن یہ کیسے ہوا۔ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔
میسجر کی آواز پریشانی کی شدت سے پھٹ گئی تھی۔
"میں نے"

"کیا کہا یہ تم کیا کہہ رہے ہو پر مود"
میسجر زور سے چیخ پڑا۔

آہستہ بولیے میسجر صاحب مجھے تمام سازش کا پتہ چل گیا
ہے جو آپ نے میرے خلاف بنائی تھی اس کے نتیجے میں
میں نے کیپٹن واسطی کو تو سزا دے دی ہے۔ اب آپ
میسجر بینگورا اور کرنل سیلی نام رہ گئے ہیں۔
"سازش کیسی سازش" میسجر کا چہرہ فق ہو گیا۔

و نادان نہ بنیے۔ مجھے "ٹریپ آف ڈیٹھ" کے نام پلان کا پتہ
چل گیا ہے۔ پر مود کے خلاف موت کا جال بچھانا آسان

میسجر غلامانی اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی
کے آثار نمایاں تھے۔ وہ کب سے کیپٹن واسطی کو تلاش کر رہا
رہا تھا۔ لیکن کیپٹن واسطی کا کہیں پتہ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ
اچانک غائب ہو گیا تھا۔ غلامانی اس کی اس ناگہانی گمشدگی سے
بے حد پریشان تھا۔ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اس نے پھرتی
سے ریور اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔

"ہیلو میسجر غلامانی سپیکنگ"
میسجر غلامانی نے شکماں لہجے میں کہا

میں پر مود بول رہا ہوں میسجر صاحب
دوسری طرف سے پر مود کی آواز میسجر غلامانی کے کانوں سے ٹکرانی
اور بے پر مود صاحب . . . آپ عجیب آدمی ہیں۔ یکدم

نہیں اب اس جال میں ہیں آپ کو پھنسا کر دکھاؤں گا۔
میں نے آپ کو سب کچھ اس لیے بتا دیا ہے کہ میں دشمن کو لٹکار
کر مارتا ہوں۔ آپ کی طرح دوست بن کر نہیں۔
”لیکن“

مہاجر نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن پھر لائن بے جان پا کر اس نے
زور سے ریسیور کو ٹیل پر پٹخ دیا۔
”یہ سب کچھ کیسے ہو گیا“

اس نے انگلی ماتھے پر مارتے ہوئے کہا
پھر دوسرے لمحے اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے سلسلہ
ملتے ہی اس نے کہا
”مہاجر بیگم اور اپنی رہائش گاہ فوراً تبدیل کر دیں۔ پر مود کو تمام
سازش کا پتہ چل گیا ہے کیپٹن واسطی کو اس نے ہلاک کر دیا
ہے اب اس نے ہم سب کو ختم کرنے کی دھمکی دی ہے“
وہ سسل بوتا ہی چلا گیا

”معلوم نہیں اسے کیسے پتہ چل گیا۔ میرے خیال میں اس کا
وہ ساتھی جو ہمارے جنگل سے بچ نکلا تھا۔ اس نے جو تفصیل
پر مود کو بتائی ہوگی۔ اس سے اسے شک پڑا ہوگا۔ اور پھر
جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اس نے واسطی پر تشدد کر کے
سب کچھ معلوم کر دیا ہوگا“

آپ کرنل ٹیلی نام کو بھی فون پر اطلاع دے دیں اور آپ
دونوں یہاں میرے پاس آجائیں۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر فوراً
چھوڑ دیں۔ اب ہماری پر مود کے ساتھ کھلی جنگ شروع
ہو چکی ہے“

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا
پھر مہاجر غلامانی نے کسی اور آدمی سے ٹیلیفون پر رابطہ
قائم کیا۔ اور اسے ہیڈ کوارٹر کی شمالی پہاڑیوں پر جانے
کو کہا جہاں پر واسطی کی لاش کی موجودگی کا پر مود نے کہا تھا۔

ساتی ہو جائے گی۔

”ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ہم آزادانہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے“
لیکن ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ میجر بینگورا اور کرنل ٹیلی نام شہر
میں کہاں چھپے ہیں اس طرح تو ہم مزید پریشانیوں میں پڑ
جائیں گے“ صدیقی نے اعتراض کیا

جتنی زیادہ پریشانیاں بڑھیں گی۔ مجھے اتنا ہی زیادہ
لطف آئے گا۔ اس طرح ہم انہیں قتل تو کر سکتے تھے لیکن وہ
اس طرح قتل ہو جائے جیسے کسی مجھ کو مسل دیا۔ ان کے شہر۔
ہیں رہائش گاہوں کا میں پتہ کر لوں گا تم بے فکر رہو“
پرمود نے اطمینان سے جواب دیا۔

اور وہ دونوں اس طرح سر جھٹک کر خاموش ہو گئے جیسے
ان کی سمجھ میں پرمود کی بات نہ آئی ہو۔
اچانک کرے میں لگی ہوئی کال بیل زور زور سے بجنے لگی
کوئی شخص برآمدے میں موجود تھا۔

”صدیقی تم چھپ جاؤ“ پرمود نے صدیقی کو حکم دیا اور
صدیقی تیزی سے سرورٹ کوارٹر کی طرف بڑھ گیا۔

اعظم دیکھو کون ہے کوشش کر کے اسے وہیں سے ہٹال
دینا“ پرمود نے اعظم کو کہا۔ . . . اور اعظم سر ہلاتا
ہوا باہر کی طرف چل دیا۔

”میں ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے میجر غلامانی کو کیوں آگاہ کیا۔
اس طرح تو دشمن ہو جائیں گے۔“

میجر بینگورا اور کرنل ٹیلی نام کی رہائش گاہوں کا ہمیں علم ہو
چکا تھا۔ ہم چپکے سے انہیں قتل کر سکتے تھے“

اعظم نے پرمود سے سوال کیا۔ جواب بھی ابھی میجر غلامانی کو فون
کر کے فارغ ہوا تھا۔

اعظم تم نہیں سمجھ سکو گے۔ اس کے دو مقصد تھے۔ پہلے تو یہ
کہ میں دشمن کو ہمیشہ للکار کر مارنے کا عادی ہوں۔ چھپ کر
دار کرنا میری فطرت میں شامل نہیں، دوسری بات یہ کہ اب میجر
غلامانی، بینگورا اور ٹیلی نام کو فوراً ملٹری ہیڈ کوارٹر چھوڑنے کے
لیے کہے گا۔ اور ہمیں شہر میں انہیں مارنے کے لیے زیادہ

اعظم نے دروازہ کھولا۔ اور پھر وہ سامنے کھڑی ہوئی ایک خوبصورت اور جوان عورت کو دیکھ کر بوکھلا گیا۔ کیونکہ یہ عورت پہلی بار یہاں آئی تھی۔

اعظم نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ عورت کمرے میں گھس آئی اور اعظم ایک طرف تشریف لے گیا۔ اس عورت کے ساتھ چار سپاہی بھی موجود تھے۔ جن کے کاندھوں سے سین گن لٹکی ہوئی تھیں۔ اور انھوں نے ہاتھوں میں لکڑی کیس اور دیگر سامان اٹھا ہوا تھا۔

”شامی صاحب کیسے ہیں“

عورت نے اعظم کو مخاطب ہو کر کہا

اور بے تکلفی سے آگے بڑھ گئی

”اچھے ہیں“ اعظم نے بوکھلا کر جواب دیا اسے سمجھ نہیں آ

رہی تھی کہ اس سچوٹن پر کیسے قابو پائے۔

چاروں سپاہی ڈرائنگ روم میں سامان رکھنے میں مصروف

تھے۔ عورت ڈرائنگ روم سے آگے بڑھ گئی تھی۔ پھر ایک

سپاہی نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک لفافہ نکالا اور اعظم سے

مخاطب ہو کر کہنے لگا

”بلکہ کرنل صاحب کو بلاؤ۔۔۔ مجھے انھیں یہ لفافہ دینا ہے“

اس سپاہی نے قدرے تھکنا کنبے میں اعظم سے کہا۔

اتنے میں اندر سے اس عورت کی آواز سنائی دی

”آپ مجھے لینے ٹیشن کیوں نہیں آئے“

اور پرمود حیرت سے کھڑا اس عورت کو دیکھ رہا تھا کہ اسے کیا سمجھے

اب اسے علم نہیں تھا کہ یہ عورت کرنل جالی کی بیوی ہے بہن ہے۔۔

یا کیا ہے۔

”ارے آپ یوں مجھے حیرت سے کیوں دیکھ رہے ہیں“

اس عورت نے بغور پرمود کو دیکھتے ہوئے کہا

اب پرمود کو ایک اور الجھن پیش آگئی اس سے غلطی یہ ہوئی

تھی کہ اس نے کرنل جالی کو قتل کرنے سے پہلے اس کی آواز بھی نہیں

سنی تھی۔ اب وہ کس طرح اس عورت سے بات کرتا

اتنے میں اعظم اندر آگیا

”صاحب ڈرائنگ روم میں چار سپاہی آپ کے انتظار میں ہیں

وہ آپ کو کوئی لفافہ دینا چاہتے ہیں“

اعظم نے ڈرائنگ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

اور پرمود خاموشی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اور عورت

حیرت سے پرمود کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں الجھنیں صاف پڑھی جاسکتی تھیں

اعظم بھی پرمود کے ساتھ ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گیا عورت

نے انھیں جاتا دیکھ کر ایک بادیوں سر جھٹکا جسے وہ کسی فیصلے پر

نہ پہنچ سکی ہو۔ لیکن پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔ اب اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے، وہ پھرتی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ آئی۔

وہاں اس نے دیکھا کہ تین سپاہی الگ ایک طرف کھڑے ہیں۔ اور ایک سپاہی میجر کو لفافہ دے رہا ہے۔

اعظم بھی پیچھے موڑ کھڑا تھا۔

”اسے گرفتار کر لو۔ کرنل جمالی نہیں“

عورت یک گنت چیخ پڑی

اور کمرے میں ایسا محسوس ہوا جیسے بڑھوٹ پڑا ہو۔ سپاہیوں کے ساتھ ساتھ پرمود اور اعظم بھی اچھل پڑا۔ پرمود

نے پھرتی سے حیب میں ہاتھ ڈالا۔ لیکن سپاہی اس سے زیادہ پھرتیلے نکلے انھوں نے اپنی سٹین کنوں کا رخ ... پرمود کی طرف کر دیا۔

”ہیڈ ڈاپ“ اچانک ان میں سے ایک کی آواز گونجی

”سٹ اپ گٹ آؤٹ“

اچانک پرمود نے انھیں تھکمانہ ہجے میں کہا

”خبردار اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ کرنل جمالی نہیں اس کی آواز اس سے قطعی مختلف ہے“

عورت نے بھی چیختے ہوئے کہا

”شامی یہ کون ہے“

اچانک اس عورت نے اعظم سے مخاطب ہو کر کہا

”صاحب ہیں“ اعظم نے بوکھلا کر جواب دیا

”اسے بھی حراست میں لے لو۔ مجھے شک ہے کہ شامی کو سب

پتہ ہے“ عورت نے پھر سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا

”تم اپنے ہاتھ بھی اٹھا لو“

ایک سپاہی نے اسے مخاطب ہو کر کہا اور اعظم نے سبھی پرمود

کی پیروی کرتے ہوئے ہاتھ اٹھالیے سچوٹشن سبھی ایسی ہو گئی تھی

کہ وہ اپنے ہاتھ اٹھانے پر مجبور تھے وگرنہ چار سٹین کنوں سے نکلی

ہوئی گولیاں انہیں یقیناً بھون کر رکھ دیتیں

یہ سپاہی ملٹری پولیس کے تھے انھیں یقیناً اس بات کے آرڈر

مل چکے ہوں گے کہ مشتبہ گداگر وہ کوئی حرکت کرے تو بے دریغ گولی

مار دی جائے۔

اور وہ عورت تیزی سے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی

اس نے نمبر ڈائل کر کے کسی سے رابطہ قائم کیا اور تقریباً چھتی

ہوئی آواز میں کہا

”ہیلو مسز زجالی بول رہی ہوں۔ میں ابھی میکے سے واپس

آئی ہوں۔ آپ کی سخت چیکنگ کی وجہ سے چار سپاہی مجھے جہاں دو سو

چھ نمبر کو سٹھی میں چھوڑنے آئے تھے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہاں

یہاں موجود کرنل جمال اور اصل کرنل جمالی نہیں کوئی اور ہے۔ سپاہیوں نے انہیں کوہ کر رکھا ہے۔ آپ خود اپہنیں۔ پلیز

عورت جو یقیناً کرنل جمالی کی بیوی تھی۔ اس نے ایک ہی سانس میں تمام تفصیل اپنے مخاطب کو سنا دی اور پھر ٹیلی فون رکھ دیا پر مود سمجھ گیا کہ اب وہ پھنس چکا ہے۔ اگر جلد ہی یہاں سے چھٹکارا نہ ملا تو مکمل طور پر گرفت میں آ جائے گا۔ اور پھر موت یقیناً اس کے لیے مقدر ہو جائے گی۔ میجر غلامانی ہے دروغ گوئی مار دے گا۔ اسے خیال بھی نہیں تھا کہ یوں اچانک کرنل جمالی کی بیوی ٹپک پڑے گی۔ اب پر مود کی تمام اُمیدیں صدیقی کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔

شاید صدیقی آجائے اور پوچش تبدیل ہو جائے، لیکن صدیقی ادھر سرورنٹ کو آرڈر میں چھپا ہوا تھا۔ اسے کیا معلوم کہ ادھر بازی ہی ہلٹ چکی ہے لیکن شاید ان کی قسمت ہی اچھی تھی۔ کہ اس نے عورت کے چیخنے کی آواز سن لی اور وہ پھرتی سے نکل کر ڈرائنگ روم کے ساتھ والے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور پردے کی اوٹ سے دیکھنے پر اسے سب کچھ علم ہو گیا اسے یہ بھی پتہ تھا کہ اب اس کی پھرتی اور ذہانت سے پوچش پر قیاسو پایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریو اور نکال کہ پر مود کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک سپاہی کی پیشانی کا نشانہ

گولی چلا دی۔ ایک دھماکہ ہوا اور پھر ایک چیخ ابھری اور وہ سپاہی لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔ پر مود اور اعظم سمجھ گئے کہ گولی صدیقی نے چلائی ہوگی۔ لہذا دوسرے لمحے وہ فرش پر گر پڑے پہل گولی کے ساتھ دوسری گولی چلی اور ایک اور سپاہی بھی لڑکھڑا کر گر گیا۔ تیسری گولی پر مود کے ہاتھ سے چلی اور تیسرا سپاہی بھی چیخ مارتے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔ لیکن چوتھے سپاہی نے اسٹین گن چلا دی۔ مگر پر مود اور اعظم پھرتی سے فرش پر گر کر ڈٹ لے گئے۔ اور گولیاں ان سے چند انچ دور فرش پر پڑیں۔ عورت خوف کے مارے برابر چیخ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ سپاہی کی اسٹین گن اپنا رخ بدلتی۔ صدیقی کے ریو اور سے نکلنے والی گولی اسے بھی چاٹ گئی۔

پر مود کی گولی اس عورت کے دل پر پڑی۔ جو خوف سے چیختی ہوئی دروازے کی طرف پک رہی تھی۔ پر مود نے اد اعظم نے پک کر دو شین گنیں اٹھالیں۔ مکان کے چاروں طرف چیپیں رکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”صدیقی ایک سٹین گن لے لو اور گٹر کی طرف بھاگو۔ ملٹری نے ہنگلے کا محاصرہ کر لیا ہے“

پر مود نے دروازے سے باہر پکتے ہوئے صدیقی کو حکم دیا اور پھر صدیقی بھی ایک سپاہی کی سٹین گن لے کر ان کے پیچھے پک گیا۔

اب وہ تینوں صحن میں بھاگے جا رہے تھے۔ پر مود سب سے آگے تھا۔

اس نے تیزی سے گٹر کے پاس سٹین گن رکھی اور دوسرے لمحے گٹر پر رکھا ہوا فولادی ڈھکن اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا اور پھر پھرتی سے سٹین گن اٹھا کر گٹر کی سیڑھیاں اتر گیا۔ اس کے بعد اعظم اُترا۔ لیکن ابھی صدیقی اتر ہی رہا تھا کہ ایک گولی اس کے بازو میں لگی اور وہ لٹکھڑا کر گٹر کے اندر گر پڑا پر مود اور اعظم آگے جا چکے تھے۔ گٹر میں اندھیرا تھا۔

صدیقی کو گرنے میں کافی چوٹیں لگیں۔ گولی اس کے بازو کا گوشت پھاڑتی ہوئی آگے گزر گئی تھی۔ وہ چوٹوں کی پردہاہ کیے بغیر پھرتی سے اُٹھا۔ اور پھر ادھر کی طرف بھاگ پڑا۔

جدا پر مود اور اعظم کے بھاگنے کی آوازیں آ رہی تھیں، گٹر کے اوپر بہت سارے ملٹری آفیسر اکٹھے تھے وہ لوگ گٹر میں جھانکنے سے گریز کر رہے تھے کہ کہیں مجرم دیں چھپے ہوئے نہ ہوں۔

”گٹر کے اندر کی طرف رخ کر کے سٹین گن چلا دو“

اچانک ایک آفیسر نے سپاہی کو حکم دیا۔ اور پھر گٹر میں گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی گولیاں چاروں طرف گھوم رہی تھیں سپاہی شاید سٹین گن کی نالی کو ہلکی سی گردش دے رہا تھا۔

”جہاں جہاں یہ گٹر جاتا ہے وہاں کا محاصرہ کر لو۔ جلدی کرو مجرم بچ کر نہیں جانے چاہئیں“

ہیڈ کوارٹر کا انچارج میجر جنرل جو وہاں پہنچ چکا تھا اس نے حکم دیا اور پھر باقی آفیسر تیزی سے پیچھے کھڑے ہوئے سپاہیوں کو حکم دینے لگے۔

اب سپاہی گٹر میں ناز و نگر روک چکا تھا۔ کیونکہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ مجرم یقیناً وہاں سے بھاگ چکے تھے

سرچ لائٹوں کا انتظام کرو اور نیچے اتر کر گٹر میں چاروں طرف پھیل جاؤ جو بھی نظر آئے اسے بلا دریغ گولی مار دیں

میجر جنرل نے دوسرا حکم دیا۔ اور پھر چند ہی لمحے بعد بے شمار سپاہی لائٹوں سے لیس سٹین گنیں ہاتھ میں لے کر گٹر میں اتر گئے۔ گٹر میں اب کافی روشنی ہو گئی تھی اور سپاہی گٹر کے دونوں طرف پھیل گئے تھے۔

کو نظر نہیں آرہے تھے۔

”لیکن کدھر سے نکلیں اب تو تمام گٹر پر ملٹری کا پہرہ لگ گیا ہوگا“ اعظم کی آواز آئی۔
اچانک دور سے انھیں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔

”بھاگو سپاہی پیچھا کر رہے ہیں“

پرمود کی آواز آئی اور تینوں پھر بھاگنے لگے
کافی دور بھاگنے کے بعد اچانک گٹر کے دائیں طرف ایک سرنگ سی نظر آئی اس میں سے دور سے روشنی کی ایک مدہم سی کرن جھلکتی ہوئی نظر آ رہی تھی

”ادھر بھاگو“ پرمود اس سرنگ میں گھس گیا۔ اس میں پانی نہیں۔ شاید یہ زیر تعمیر تھی اور پہلے گٹر سے چونکہ اس کی سطح قدرے بلند تھی اس لیے گٹر کا پانی بھی اس میں نہ گھس سکا تھا خشک زمین ہونے کی وجہ سے وہ اور تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ صدیقی اب قدرے لڑکھڑا رہا تھا۔ شاید کافی خوں بہہ جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ غلطی دور بھاگنے کے بعد وہ گٹر کے کنارے پر آپہنچے ابھی تک سپاہی شاید اس گٹر کے دوانے پر نہیں پہنچے تھے گٹر کا کنارہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس کے اوپر دائیٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

پرمود۔ اعظم اور صدیقی تیزی سے اندھیرے میں بھاگ رہے تھے ان کے پیروں کے نیچے گندہ پانی بہہ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے انھیں بھاگنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ جتنی رفتار سے بھاگ سکتے تھے بھاگ رہے تھے۔ صدیقی نے اپنا ایک ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا۔ طین گن اس کے کاندھے پر لٹکی ہوئی تھی

”رک جاؤ“ اچانک پرمود نے رک کر پیچھے آنے والے اعظم اور صدیقی سے کہا اور وہ دونوں رُک گئے

ہمیں فوراً اس گٹر سے نکلنا چاہیے ورنہ ہم بری طرح پھنس جائیں گے“ پرمود نے قدرے بلند آواز سے کہا کیونکہ وہ تینوں گپ اندھیرے میں تھے۔ اس لیے ایک دوسرے

پرمود نے پھرتی سے اپنا سر باہر نکالا۔ ارد گرد کوئی نہیں تھا۔ وہ اچانک اچک کر باہر آگیا
 ”باہر آ جاؤ“ اس نے تیزی سے اپنے پیچھے آتے ہوئے
 اعظم سے کہا اور دوسرے لمحے اعظم بھی باہر آگیا۔ صدیقی کو
 اعظم نے ماتھ پکڑ کر باہر نکالا

۵۷
 بسنا خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اور پرمود نے مختلف جبین ٹکڑی
 شروع کر دیں۔ ایک جیب میں پڑی ہوئی چھوٹی سی شیش سے
 اس کا ماتھ ٹکرایا اور اس کی آنکھیں جھک اٹھیں
 اس نے پھرتی کے ساتھ شیش نکالی اور پھر اس میں سے ایک
 سرخ رنگ کا کیپسول نکال کر صدیقی کو دے دیا
 ”اسے نگل جاؤ۔ تمہاری کمزوری کسی حد تک دور جائے گی“
 پرمود نے کہا اور صدیقی نے اسے نگل لیا

دوسرے لمحے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں
 برقی لہر دوڑ گئی ہو اسے اپنے جسم میں چستی اور توانائی کا احساس
 ہوا اور پھر وہ تینوں بھاگ رہے تھے اب ان کا رخ پہاڑیوں
 کی طرف تھا۔ گٹر کے دہانے پر اب بھی سیٹیاں بچ رہی تھیں۔ اور
 کافی شور و غل تھا۔

ساتھ والے پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑی سڑک
 تھی۔ جس میں ریلوے لائن بکھی ہوئی صاف نظر آرہی تھی۔

اس سڑک سے ہم با آسانی نکل سکتے ہیں“
 پرمود نے انھیں کہا اور وہ بھاگتے ہوئے سڑک کی طرف
 بڑھے اچانک فضا ببار جہازوں کی آواز سے گونجنے لگی

پرمود سٹین گن بیس اینٹیوں کے مورچے سے ادھر ادھر
 دیکھ رہا تھا۔ کافی دور تک کوئی نہیں تھا۔ سامنے پہاڑیاں تھیں
 ان کے دامن میں مختلف عمارتوں کی بنیادیں پڑی ہوئی تھیں
 اسی لیے شاید یہ گٹر تیار کیا جا رہا تھا۔ اور ان کی خوش قسمتی
 تھی کہ سپاہیوں نے اس گٹر کی طرف دھیان نہیں دیا تھا لیکن
 یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ جس وقت اس گٹر کے دھانے پر پہنچے
 یقیناً چند سپاہی بیچھا کرتے ہوئے اس گٹر میں بھی گھس آتے
 ”جلدی کرو ہمیں بھاگ کر ان زیر تعمیر عمارتوں کے پیچھے
 چھپنا ہے ورنہ ہم زیادہ محفوظ ہو سکتے ہیں“

پرمود نے دونوں کو کہا اور پھر وہ رکوع کے بل بھاگتے
 ہوئے ساتھ کی زیر تعمیر عمارتوں کے جال میں گم ہو گئے۔ مختلف
 عمارتوں کے پیچھے چھپتے ہوئے وہ کافی دور نکل آئے تھے۔ پھر
 صدیقی کی حالت دیکھ کر پرمود رک گیا۔ اس نے اپنی وردی
 کا دامن جھٹکے سے پھاڑا اور صدیقی کے زخم پر باندھ دیا۔ خون

پرمود نے پھرتی سے اپنا سر باہر نکالا۔ ارد گرد کوئی نہیں تھا۔ وہ اچانک ایک کمرہ باہر آگیا۔

”باہر آ جاؤ“ اس نے تیزی سے اپنے پیچھے آتے ہوئے
اعظم سے کہا اور دوسرے لمحے اعظم بھی باہر آ گیا۔ صدیقی کو
اعظم نے ماتحت پکڑ کر باہر نکالا۔

پر مودسٹین سگن لیے اینٹوں کے مورچے سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کافی دور تک کوئی نہیں تھا۔ سامنے پہاڑیاں تھیں ان کے دامن میں مختلف عمارتوں کی بنیادیں پڑی ہوئی تھیں اسی سببے شاید یہ گٹر تیار کیا جا رہا تھا۔ اور ان کی خوش قسمتی تھی کہ سپاہیوں نے اس گٹر کی طرف دوھیان نہیں دیا تھا لیکن یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ جس وقت اس گٹر کے دھانے پر پہنچے یقیناً چند سپاہی پیچھا کرتے ہوئے اس گٹر میں کبھی گھس آتے۔ جلدی کرو وہیں بھاگ کر ان زیر تعمیر عمارتوں کے پیچھے چھپنا ہے وہاں ہم زیادہ محفوظ ہو سکتے ہیں۔“

پرمود نے دونوں کو کہا اور پھر وہ رکوع کے بل بھاگتے ہوئے ساتھ کی زیر تعمیر عمارتوں کے جال میں گم ہو گئے۔ مختلف عمارتوں کے پیچھے چھپتے ہوئے وہ کافی دور نکل آئے تھے۔ پھر صدیقی کی حالت دیکھ کر پرمود رک گیا۔ اس نے اپنی وردی کا دامن جھٹکے سے پھاڑا اور صدیقی کے زخم پر باندھ دیا۔ خون

بہنا خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اور پر سود نے مختلف جیس ٹکونی شروع کر دیں۔ ایک جیب میں پڑی ہوئی چھوٹی سی شیش سے اس کا ماتھے ٹکرایا اور اس کی آنکھیں جھک اُٹھیں اس نے بھرتی کے ساتھ شیش نکالی اور پھر اس میں سے ایک عرصہ تک کا پیپول نکال کر صدیقی کو دے دیا

”اسے نکل جاؤ۔ تمہاری کمزوری کسی حد تک دور جائے گی“
 پر مود نے کہا اور صدیقی نے اسے نکل لیا

دوسرے لمحے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں برقی لہر دوڑ گئی ہو اسے اپنے جسم میں چستی اور توانائی کا احساس ہوا اور پھر وہ تینوں بھاگ رہے تھے اب ان کا رخ پہاڑیوں کی طرف تھا۔ گٹر کے دلانے پر اب بھی سیٹیاں بچ رہی تھیں۔ اور کافی شور مچ رہا تھا۔

ساتنے والے پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑی سڑک
کھتی۔ جس میں ریلوے لائن کبھی ہوئی صاف نظر آرہی تھی۔

اس سرنگ سے ہم با آسانی نکل سکتے ہیں“
پر مود نے انھیں کہا اور وہ بھاگتے ہوئے سرنگ کی طرف
بڑھے اچانک فضا بہار جہازوں کی آواز سے گونجنے لگے

سرنگ میں چنچیں ابھریں اور پھر مال گاڑی اب کافی دور نکل چکی تھی پر مود تیزی سے گاڑی کی طرف بھاگا۔ اب اعظم اور صدیقی کی نشیں گنوں سے گولیاں نکل کر پر مود کے سر کے اوپر سے ہوتی ہوئی پیچھے جا رہی تھی اور سپاہی ان گولیوں کی بوچھاڑ کی وجہ سے وہیں ڈک گئے تھے۔

پر مود لمحہ بہ لمحہ گاڑی کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا اچانک گاڑی کا آخری کیبن بھی پہاڑی سے نکل گیا۔ اور پھر پر مود بھی دوسرے لمحے سرنگ سے باہر آ گیا۔ پھر اچانک ایسے محسوس ہوا کہ جیسے چاروں طرف قیامت برپا ہو گئی ہو۔ پہاڑی کی دوسری طرف کئی بمبار چکر لگا رہے تھے۔ جیسے ہی انھوں نے پر مود کو دیکھا اس کے ارد گرد گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ اعظم نے پھرتی سے ٹپیں گن کاؤخ اس جہاز کی طرف کر دیا۔ جو پر مود پر بم پھینکنے کے لیے بہت نیچے آ گیا تھا اور اس طرف وہ ٹپیں گن کی رینج میں آچکا تھا۔ اعظم کی ٹپیں گن سے گولیوں کی بوچھاڑ نکلی اور دوسرے لمحے جہاز میں شعلے بھڑک اٹھے اور وہ سامنے والی پہاڑی سے ٹکرا گیا۔ ادھر صدیقی نے بھی ایک اور جہاز کو گرا لیا۔ چاروں طرف بموں کی وجہ سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دھواں پھیل گیا تھا۔ خوش قسمتی سے تیزی سے بھاگتے ہوئے پر مود پر کوئی بم نہیں پڑا تھا۔ اب وہ گاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اعظم اور صدیقی نے اسے قریب دیکھ کر اس

کو چڑھنے میں مدد دینے کے لیے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے، اور پھر پر مود ان کی مدد سے کیبن پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پر مود اتنی دور بھاگنے کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار کم ہونے کی بجائے اور زیادہ تیز ہو گئی تھی شاید ابھی تک اسے رکنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس لیے ڈرائیور نے بمباری کے باوجود گاڑی نہیں روکی بلکہ پہاڑی سے زیادہ سے زیادہ دور ہونے کے لیے رفتار اور تیز کر دی تھی۔ اب ٹپیں گن کاؤخ کیبن کے اندر پہنچ چکے تھے۔ بقیہ جہاز ابھی تک گاڑی کے اوپر پرواز کر رہے تھے لیکن انھوں نے گاڑی پر کوئی بم نہیں مارا تھا۔ کیونکہ علم تھا کہ گاڑی میں اسلحہ ہے بم مارنے سے ساری ٹرین تباہ ہو سکتی ہے۔

ٹرین کے دونوں اطراف میں کھیت ہی کھیت پھیلے ہوئے تھے جس میں فصل تیار ہو چکی تھی

”اب ہمیں اس ٹرین سے جھٹکارا حاصل کرنا چاہیے“

پر مود نے ان دونوں سے کہا

”تو پھر کیوں نہ ان کھیتوں میں کودا جائے۔ یہاں سے شہر نزدیک ہو گا۔ وہاں ہم پہنچ سکتے ہیں۔ ٹرین تو شہر سے دور جا رہی ہے“

اعظم نے جواب دیا

لیکن اوپر بمبار جہاز موجود ہیں، جیسے ہی ہم کو دے جہازوں نے باری کر دینی ہے“ صدیقی کہنے لگا۔

”لیکن میں فوراً کو دجانا چاہیے۔ کیونکہ چند لمحوں بعد ان کھیتوں کو ملٹری نے گھیر لینا ہے۔ پھر یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا“ اعظم نے کہا

اعظم تم دیکھو جب جہاز راونڈ پر گاڑی سے آگے نکلیں تو ہم تینوں کو دجائیں گے اور پھر چند لمحے بعد وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی گاڑی سے کھیتوں میں کود گئے۔ گاڑی چونکہ کافی تیز تھی اس لیے گرتے ہی وہ تینوں تیزی سے کھیتوں میں لڑھکتے چلے گئے اس قسم کی چیزوں کی ٹریننگ انہیں پہلے ہی ملی ہوئی تھی اس لیے انہیں کچھ زیادہ چوٹیں نہ آئیں۔ گاڑی اب کافی دُور نکل چکی تھی جہاز گاڑی کے اوپر سے ہوتے ہوئے واپس ان کی طرف آرہے تھے۔ وہ تینوں کھیتوں میں دیکے پڑے رہے، پرواز کرنے والے تین جہاز تھے۔ وہ چند لمحے گھوم کر پھر گاڑی کی طرف جا رہے تھے ان کی نظر ان تینوں پر کودنے کے دوران نہیں پڑی تھی نہیں تو وہ یقیناً کھیتوں پر بمباری کر دیتے، وہ سمجھ رہے تھے کہ شاید وہ تینوں ابھی تک گاڑی میں موجود ہیں اس لیے وہ آگے نکلتے چلے گئے۔

”بائیں طرف بھاگو اور شہر نزدیک ہے“

پر مود نے اُٹھ کر کہا اور پھر وہ دونوں کھیتوں کے درمیان بنی ہوئی منڈیروں پر بھاگنے لگے۔

مختوڑی دور انہیں شہر کی عمارات نظر آ رہی تھیں، جب جہاز گھوم کر ان کے اوپر سے گزرتے وہ کھیتوں میں گھس جاتے اور ان کے جانے کے بعد پھر بھاگنے لگتے اب انہیں سیٹیوں کی آوازیں بھی آنے لگی تھیں۔ یقیناً ملٹری کھیتوں کا محاصرہ کر رہی تھی اور پھر بھاگتے بھاگتے وہ ان عمارتوں کے نزدیک ہوتے گئے، چند لمحے بعد وہ ایک سڑک کے نزدیک پہنچ گئے لیکن وہاں بھی ایک ملٹری جیپ کھڑی ہوئی تھی اور اس کے ارد گرد پانچ چھ ملٹری کے سپاہی چوکنے کھڑے نظر آ رہے تھے۔ پر مود نے جب سے دیواروں نکالا۔ اور اس پر سائیلنٹ فٹ کیا اور پھر ٹر گیسرو باتا چلا گیا۔ پانچوں سپاہی سڑک پر ڈبھیر ہو گئے۔ اور گرد کوئی اور جیپ نہیں تھی شاید یہ جیپ کہیں قریب تھی اس لیے وہ فوراً پہنچ گئے تھے پر مود۔ اعظم اور صدیقی نے پھرتی سے سپاہیوں کی لاشوں کو کھیتوں میں گھسٹ کر ڈال دیا اور پھر وہ تینوں اس جیپ میں سوار ہو گئے۔

اسٹریٹ پر پر مود تھا اس لیے جیپ سے گھنی مورچھیں نکال کر ہونٹوں پر پھیلائی تھیں اب وہ کرنل جمالی کے روپ میں نہیں پہچانا جاسکتا تھا۔ اعظم اور صدیقی پچھلی سیٹوں کے درمیان چھپ گئے تھے۔ کیونکہ وہ دونوں سادے کپڑوں میں تھے جیپ تیزی سے شہر کی طرف بھاگ رہی تھی راستے میں انہیں ملٹری کی

اور جیسے بھی ملیں۔ لیکن پرمودہ کرنل کی وردی میں دیکھ کر انھوں نے کوئی اعتراض نہ کیا اور پرمودہ اطمینان سے جیب چلا تا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ شام ڈھل چکی تھی۔ شہر کی رونق عروج پر تھی ایک گلی میں مڑ کر پرمودہ نے جیب روک لی اور پھر وہ تینوں اتر آئے، پرمودہ نے پھرتی سے کرنل کی وردی اتار کر جیب میں پھینک دی۔ وردی کے نیچے اس نے سادے کپڑے پہنے ہوئے تھے اب وہ تینوں مختلف گلیوں میں گھومتے ہوئے بڑی سڑک پر پہنچ گئے اور پھر ایک جاتی ہوئی ٹیکسی کو روک کر اس میں سوار ہو گئے۔

”فزارو لے چلو“ پرمودہ نے ٹیکسی ڈرائیور کو حکم دیا اور ٹیکسی سڑک پر بھاگنے لگی۔ تینوں نے اطمینان کی سانس لی وہ واقعی موت کے منہ سے بچ کر نکل آئے تھے۔

سیجر بینگورا کرنل ٹیل نام دونوں میجر غلانی کے آفس میں بیٹھے۔ گفتگو میں مصروف تھے ابھی ابھی ٹیل فون پر سیجر غلانی کو تمام رپورٹ مل چکی تھی کہ پرمودہ اور اس کے دو ساتھی ملٹری ہیڈ کوارٹر سے فراہ ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں

سیجر صاحب اب ہمارا پہلا پلان تو بالکل ختم ہو گیا ہے میں اس لیے چپ تھا کہ ہماری حکمتوں نے جو پلان بتایا ہے اسی کو کامیاب ہونے دیں۔ لیکن اب صورت حال مختلف ہو چکی ہے اب میں پرمودہ کے خلاف اپنے طور پر جال بچھاؤں گا اور پھر میں دیکھوں گا کہ پرمودہ میرے ماتحتوں سے کس طرح بچ کر نکل سکتا ہے۔ ”کرنل ٹیل نام نے جو شیلے لہجہ میں کہا

”میں خود بھی آج اپنی حکومت سے ہدایات طلب کرتا ہوں“

”میں نے اپنی تمام سیکرٹ سروس کے ارکان کو حکم دے دیا ہے اور ان کا جال پورے بباک میں پھیلا دیا گیا ہے جلد ہی ہم اس کے موجودہ ٹھکانے سے آشنا ہو جائیں گے“

میجر غلامی نے کہا

”اچھا اب ہمیں چلنا چاہیے اب ہم آپس میں ملیں گے نہیں، بلکہ ہمارا رابطہ ٹرانسمیٹر پر قائم ہو گا۔ تاکہ پرمود کسی ایک کی نظر میں آجائے سے دوسرے کے متعلق پوری طرح سے معلوم نہ کر سکے“

کرنل ٹیلی نام نے اٹھتے ہوئے کہا

”ہاں، ٹھیک ہے میں آپ دونوں کو داچ ٹرانسمیٹر منگوا دیتا ہوں“ میجر غلامی نے اٹھتے ہوئے کہا

اور پھر اس نے انٹرکام پر سٹوڈیو کو تین داچ ٹرانسمیٹر لانے کا حکم دیا۔ چند لمحوں بعد تین رسٹ واجر جن میں مخصوص ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔ میجر غلامی کے پاس پہنچ گئے اس نے ان دونوں کو ان کے ہینڈل کرنے کا طریقہ بتلا کر دوسرے واجر ان دونوں کو دے دیں اور تیسری اپنی کلائی پر باندھ لی

”ہمیں آپس میں گفتگو کرنے کے لیے کوڈ ورڈ ضرور مقرر کر لینے چاہئیں۔“

کرنل ٹیلی نام نے کہا

”اور پھر میں خود بھی پرمود کے مقابلے میں آ جاؤں گا“

میجر بینگوراس نے کہا

”یہ تو ٹھیک ہے لیکن میرا خیال ہے، آپ دونوں جو پلان بھی پرمود کے خلاف بنائیں اس سے مجھے ضرور آگاہ کرتے رہیں۔ تاکہ میری سیکرٹ سروس آپ کی مدد کر سکے“

میجر غلامی نے کہا

”ٹھیک ہے آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا“

دونوں نے یک وقت کہا

”میں نے رشدی کو واسطی کی جگہ تعینات کر دیا ہے رشدی اب تک پرمود کے سامنے نہیں آیا اس لیے وہ آسانی کے ساتھ آپ کی مدد کر سکے گا۔“

میجر غلامی نے کہا

”جب ہمیں ضرورت ہو گی۔ ہم رشدی کی خدمات حاصل کر لیں گے“

کرنل ٹیلی نام نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا

”اب ہمیں سب سے پہلے پرمود اور اس کے ساتھیوں کے متعلق علم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں“

میجر بینگوراس نے کہا

میرے خیال میں رطیب آف ڈیٹھ کا مخفف ”ٹی وی“
 بہتر رہے گا۔ اور کرنل ٹیلی نام کے لیے ٹی۔ وی۔ ٹی اور
 ڈی۔ بی۔ او میجر صاحب کے لیے ٹی۔ ڈی کے شناخت
 کے لیے کافی ہے“

میجر بینگورا نے تجویز پیش کی

دونوں نے اتفاق کرتے ہوئے سرھلایا۔ اور
 پھر میجر بینگورا اور کرنل ٹیلی نام میجر غلمانی سے ہاتھ ملا کر کمرے
 سے باہر آ گئے۔

پرمود اعظم اور صدیقی فرار د کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئے
 اور پھر کرایہ دینے کے بعد ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

میرے خیال میں ہمیں ہوٹلوں کی بجائے کسی کو ٹھہری پر قبضہ
 کرنا چاہیئے“ پرمود نے کہا

ہاں یہ ٹھیک ہے اس طرح ہم آسانی سے دشمنوں کی نظر سے

بچ سکتے ہیں“ اعظم نے جواب دیا

تو چلو گلہ دین کا لونی چلتے ہیں وہاں کی کسی کو ٹھہری پر قبضہ کریں“
 پرمود نے ایک خالی ٹیکسی کو روکتے ہوئے کہا اور پھر ان
 کی ٹیکسی دار الخلافہ کی مشہور و معروف کالونی گل دین کی طرف
 چل پڑی تھوڑی دیر بعد ان کی ٹیکسی کالونی میں داخل ہو گئی
 کہ ہر چلوں صاحب ٹیکسی ڈرائیور نے پرمود کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔ جو ڈرائیور کے ساتھ ہی بیٹھا تھا

”پہلے چلو جہاں رکنا ہو گا میں بتا دوں گا“

پرمود نے ارد گرد کی کوٹھیوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا
ٹیکسی آگے بڑھتی چلی گئی

تینوں بغور دونوں طرف گزرنے والی کوٹھیوں کی طرف
دیکھ رہے تھے اچانک پرمود کی آنکھوں میں چمک لہرائی جب
اس نے ایک درمیانی درجہ کی کوٹھی دیکھی جس پر ٹوٹ لٹ کا
بورڈ لگا ہوا تھا۔

ٹیکسی کوٹھی سے آگے بڑھ چکی تھی۔ پرمود خاموش رہا۔ آگے ایک
چوک آگیا

”بائیں طرف مڑ جاؤ“ پرمود نے ٹیکسی ڈرائیور کو کہا اور ٹیکسی بائیں
سرک پر مڑ گئی۔ محفوظی دور جانے کے بعد ایک اور کوٹھی کے
سامنے پرمود نے ٹیکسی ڈرائیور کو رکنے کے لیے کہا ٹیکسی رک گئی
اور وہ تینوں نیچے اتر گئے۔ پرمود نے میٹر پر نظر ڈالی اور ڈرائیور
کو پیسے دے دیئے اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی

”اسی کوٹھی میں جانا ہے“

صدیقی نے سامنے والی کوٹھی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا

”نہیں میرے ساتھ آؤ“

پرمود نے آہستہ سے کہا اور پھر وہ دوبارہ چوک کی طرف چلنے
لگے چوک پر پہنچ کر وہ اسی سرک پر واپس چل پڑے۔ جدھر سے
آئے تھے۔ کافی دور آنے کے بعد وہ اس کوٹھی کے سامنے آ پہنچے
جس پر ٹوٹ لٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا

”اس کوٹھی میں ہم چار پانچ دن آسانی گزار سکتے ہیں یہیں کچھلی
طرف سے اس میں داخل ہونا چاہیئے“ پرمود نے کہا

اور پھر وہ تینوں کوٹھی کے کچھلی طرف آ گئے۔ چند لمبے تک انھوں نے
ارد گرد کا جائزہ لیا۔ لیکن کسی کو نہ دیکھ کر وہ باری باری کوٹھی کی
کچھلی دیوار بچاند کر اندر پہنچ گئے

کوٹھی کے کارپڈور میں مین بل کے دروازے پر تالا پڑا ہوا
تھا۔ پرمود نے جیب سے سائیکلنگ لگا ہوا دیو اور نکالا۔ اور دوسرے
لمبے تالا کھٹک کی آواز سے ٹوٹ گیا۔ وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔
کوٹھی اچھی خاصی تھی، دیسے کوٹھی پوری طرح ڈیکور میڈ تھی اس
لیے انھیں کسی قسم کی پریشانی نہ ہوئی۔

انھوں نے تمام کھڑکیوں۔ دروازوں پر پردے اچھی طرح تان
دیئے تاکہ روشنی کی شعاعیں باہر نہ جاسکیں۔

اعظم اور صدیقی نے ایک کپڑا لے کر درمیانی کمرہ اچھی طرح صاف کر دیا۔ کیونکہ مکان خالی ہونے کی وجہ سے تمام چیزوں پر گرد کی تہ جم گئی تھی۔

پرمود نے ایک صوفے پر اپنی دستی گھڑی کے زینڈ بن کر بار بار مخصوص انداز میں دبا نا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد گھڑی کے ڈائل پر بنا ہوا بارہ کا ہندسہ چمک اٹھا

”سیلو کیپٹن پرمود اسپیکنگ اور“

پرمود نے گھڑی کے ڈائل کو منہ سے لگاتے ہوئے کہا

”سیلر چیف از دس اینڈ اور“

دوسری طرف سے پرمود کو اپنے چیف کرنل ڈی کی آواز سنائی دی اور پھر پرمود نے اب تک پیش آنے والے تمام واقعات اور ٹریپے آف ڈیمینٹ کے متعلق تمام تفصیل اپنے کرنل کے گوش گزار کر دیں

”ہوں تو یہ معاملہ ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ افغانستان کی حکومت ایسا کرے گی“

کرنل ڈی کی آواز میں پریشانی اور حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

”اب میرے لیے کیا حکم ہے“ پرمود نے دھیرے سے پوچھا

اعظم اور صدیقی بنور پرمود کو دیکھ رہے تھے۔

”تم کیا چاہتے ہو“ کرنل ڈی نے پرمود سے پوچھ لیا

سر میں چاہتا ہوں ان لوگوں کو اچھی طرح سبق دے کر آؤں جنہوں نے میرے خلاف اس قسم کا پلان بنایا ہے تاکہ آئندہ کسی اور حکومت کو ہمیں اس طرح دھوکا دینے کی جرأت ہی نہ ہو“

پرمود کی آواز میں جوش نمایاں تھا۔

”جذبات میں مت آؤ۔ پرمود۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے، ٹھنڈے دل سے کرنا ہے“ کرنل ڈی کی سرد آواز پرمود کے کانوں سے ٹکرانی!

”تو پھر آپ ہی حکم دیجئے“ پرمود کے لہجے میں ہلکی سی ناخوشگوار سی کی لہر تھی۔

تھارا آئندہ قدم افغانستان کی حکومت کے خلاف ہو گا یا ان اینجنیٹوں کے جنہوں نے اس مشن میں تمہارے خلاف کام کیا ہے“

سر میرا خیال ہے میں میجر غلانی، میجر بینگورا اور کرنل ٹیلی نام کو بھی سبق دے دوں، ان کا نقصان ان کی حکومتوں کے لیے فی الحال کافی ہو گا“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن میں نے سمجھا تم حکومت کے خلاف براہ راست

صدیقی نے جیشے انداز میں کہا

”میرے خیال میں اب ہمیں ان تینوں کو سب سے پہلے ٹریس کرنا
ٹھیک ہے اس کے لیے میں یہاں کی فارن سیکرٹ سروس والوں
کو حکم دے دیتا ہوں۔ اس وقت تک ہم یہیں رہیں گے، پھر تم دونوں کو
بلینگورا اور کرنل ٹیلی نام کی نگرانی کرنی پڑے گی“

یہ کہہ کر پرمود نے اپنی رسٹ وائچ ٹرانسمیٹر پر فارن سیکرٹ سروس
والوں سے رابطہ قائم کیا، اور پھر انھیں ان دو ایجنٹوں کی تلاش کا
حکم دیا۔

کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہو“

نہیں سر حکومت کے خلاف قدم اٹھانے کے لیے کافی وقت لگ
جائے گا۔ لیکن ان تینوں سے مجھے اُمید ہے کہ میں جلد ہی فٹ نوڈگا
اوکے ٹھیک ہے میری طرف سے اجازت ہے تم جلد از جلد یہ کام
مکمل کر کے واپس آؤ، ویسے میرے خیال میں اب تمہیں اپنے کام
کے لیے فارن سیکرٹ سروس کی بھی ضرورت پڑے گی۔ تم
اسی ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ڈبل تھری فور تھری پر ان سے رابطہ قائم
کر سکتے ہو۔ کو ڈوہی رہیں گے“

”اوکے سر تینک یو“

اور پھر پرمود نے ونڈیٹن کو دبا کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا
”ہاں دستو اب ہمیں ان تین ایجنٹوں کے خلاف کام کرنے کی
اجازت مل گئی ہے، چیف نے شاید میرے لہجے کی ناخوش گواری کو
مد نظر رکھتے ہوئے اجازت دی ہے، ورنہ میرا خیال تھا کہ شاید
ہی اجازت ملے۔

پرمود نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا
”ٹھیک ہے جس قسم کا پلان انھوں نے بتایا تھا۔ اس کا جواب
انہیں سمجھنے کچھ ملنا چاہیے۔

پر عمل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب ہم آزاد ہیں، میں نے حکومت سے ہدایات لے لی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پر مود میرے ہاتھوں ہی انجام تک پہنچے۔ کرنل ٹیلی نام نے آر تھر سے مخاطب ہو کر کہا ”ٹھیک ہے اس کے لیے آپ کے ذہن میں ضرور کوئی پلان ہوگا میں اور میرے تمام ایجنٹ آپ کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں“

آر تھی نے مود باز انداز میں جواب دیا ”ٹھیک ہے تم ایسا کرو اپنے تمام ایجنٹوں کو شہر میں پھیلا دو انھیں ہر گت پر پر مود کا پتہ چلانا ہے۔

جتنے جلدی یہ کام ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے پر مود کا پتہ چلنے کے بعد میں اس کے خلاف مزید کارروائی کر دوں گا“

ٹیلی نام نے آر تھر سے ٹھکانہ بھیجے میں کہا

”اس کی کوئی مخصوص شناخت بتاؤ کیونکہ میرا جہاں تک خیال ہے پر مود اور اس کے ساتھی یقیناً اب ایک اپ میں ہوں گے“ آر تھر نے پوچھا

”ہاں اس کی مخصوص شناخت ہے جس سے تمھارے ایجنٹ اسے اسانی ٹریس کر سکتے ہیں۔ اس کے بائیں ہاتھ کی پشت پر ایک

کرنل ٹیلی نام۔ انٹرپرائز اسپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کے غرضورت دفتر میں ایک نوجوان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ یہ فرم بظاہر اسپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتی تھی۔ دراصل ایکریمن کی ناغفستان میں سیکرٹ سروس کا مخصوص اڈہ تھا۔ یہاں کام کرنے والے تمام افراد ایکریمن سیکرٹ ایجنٹ تھے ان کا جنرل مینجر بھی نوجوان آر تھر تھا جس سے کرنل ٹیلی نام گفتگو کر رہا تھا۔ یہ فرم کا جنرل مینجر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ایجنٹوں کا مقامی سربراہ بھی تھا۔ وہ کرنل ٹیلی نام سے بے حد مروت و محبت نظر آتا تھا۔

اب تک ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے تھے ہم پہلے سے تیار کردہ پلان

ہو کر سلام کیا اور وہ سلام کا جواب دیتا ہوا دفتر سے باہر آ گیا
چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے سڑک پر بھاگی جا رہی تھی اور
وہ پرمود کے خیالات میں گم تھا۔ پرمود کے متعلق اس نے کافی کچھ سن
رکھا تھا۔ اور پھر اب پرمود کی اہمیت اس کی نظروں میں اور بھی زیادہ
بڑھ گئی تھی کہ اس کے خلاف کام کرنے کے لیے کرنل ٹیلے نام
کو بھیجا گیا تھا۔

کیونکہ اسے علم تھا کہ کرنل ٹیلے نام کو مشکل ترین اور اہم ترین مشن
کے لیے ہی کہیں بھیجا جاتا تھا۔ وہ ایکرین سیکریٹ سروس کی جان
تھا۔ وہ اپنے خیالات میں گم کار چلا رہا تھا اس لیے علم نہ ہو سکا۔
کہ ایک چھوٹی سی آسٹن کار شروع سے ہی اس کا تعاقب کر رہی
ہے۔ اس کی کار مختلف سڑکوں پر سے ہوتی ہوئی ایک عظیم الشان
ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں گھس گئی۔ آر تھر پارکنگ شیڈ میں کار کھڑی
کرنے کے بعد چابیاں جیب میں ڈالتے ہوئے ہوٹل کے مین گیٹ
کی طرف بڑھ گیا۔ آسٹن اس کے پیچھے ہی پارکنگ شیڈ میں آکر رک
گئی۔ اور پھر اس میں سے ایک مارٹن فوجان نیچے اترا۔ اور پھر وہ
بھی آر تھر کے پیچھے پیچھے مین گیٹ کی طرف چل پڑا۔

جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے آر تھر کو ڈانٹنگ ہال کی ایک

ستارہ مقابل ہے“
”یہ شناخت کافی ہے اب اسے ہم آسانی طرے کر لیں گے لیکن

اس کے ساتھیوں کا کیا ہوگا“
تم اس کے ساتھیوں کی فکر مت کرو۔ پرمود ہی اہم مہرہ
ہے اس کے دونوں ساتھی اس کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں
رکھتے۔“ ٹیلی نام نے سرد آواز میں کہا

”او کے سر میں ابھی ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔ اس کا پتہ
چلتے ہی میں آپ کو اطلاع دے دوں گا“

آر تھر نے سر جھکاتے ہوئے کہا
ٹھیک ہے جتنی جلدی یہ کام ہو سکے اتنا ہی اچھا ہے ہو سکتا
ہے وہ واپسی کی ضمان لے میں اسے زندہ واپس بھیجنا نہیں
چاہتا“ یہ کہہ کر کرنل ٹیلی نام دفتر سے باہر چلا گیا

آر تھر نے اس کے جانے کے بعد ایک طویل سانس لی جیسے اس
کے اعصاب پر سے کوئی بوجھ اٹھ گیا ہو۔ اور پھر اس نے جیب سے
ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے ایجنٹوں کو کال کرنا شروع کر
دیا۔ انھیں پرمود کی تلاش کا حکم دے کر وہ خود بھی دفتر سے باہر
آ گیا۔ باہر بیٹھے ہوئے چہرہ اسی نے اسے باہر آتے دیکھ کر کھڑے

میز پر بیٹھے دیکھا۔ وہ کسی میز پر جانے کی بجائے سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر گول نے اسے اپنی طرف آؤ دیکھ کر مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا

”ایک ٹیلی فون کرنا ہے“ اس نوجوان نے ٹیلی فون اپنی طرف سرکاتے ہوئے کہا اور کاؤنٹر گولی اثبات میں سر ہلا کر دوبارہ اپنے سامنے کھلے ہوئے رجسٹر میں اندراجات کرنے لگی

نوجوان نے نمبر ڈائل کر کے ریسورکانوں سے لگا لیا۔ اور پھر ایک عائر انڈنٹر ہال پر ڈالی آرٹھر اس وقت اطمینان سے اپنی میز پر بیٹھا کافی سے شغل کر رہا تھا۔

”ہیلو قدیر بول رہا ہوں۔ باس مجھے رسیڈ مل چکی ہے مال لے آنے کے لیے دو اور آدمی بھیج دیں“

نوجوان جس نے اپنا نام قدیر بتایا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولا ”کہاں سے بول رہے ہو“

دوسری طرف سے ایک بھاری آواز اس کے کانوں سے مکرانی ہوئی ”مون لائٹ سے جناب“

قدیر نے مودبانہ انداز میں جواب دیا

”اوکے میں سمجھتا ہوں تم مال لے کر گودام تھری پر آؤ گے“

”بہت اچھا جناب“ قدیر نے ریسور رکھ دیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا نوٹ نکالا اور کاؤنٹر پر رکھ کر ہال کی طرف مڑ گیا اس نے آرٹھر کے قریب والی ایک میز بیٹھنے کے لیے منتخب کی اور پھر اس کے وہاں بیٹھے ہی ایک ویٹرس اس کے قریب آگئی

”کافی“ اس نے ویٹرس سے کہا اور پھر جیب سے پیگرٹ نکال کر سلگانے لگا

آرٹھر اب کافی پینے کے بعد اخبار پڑھ رہا تھا۔ قدیر کو اندیشہ تھا کہ وہ اس کے آدمیوں کے آنے سے پہلے کہیں اٹھ نہ جائے لیکن جیسے ہی اس نے کافی کا کپ ختم کیا ہال میں دو نوجوان داخل ہوئے وہ سیدھے قدیر کی میز پر آئے اور پھر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

”میرے باپس ہاتھ پر تیسری میز پر“ قدیر نے آہستہ سے کہا ”اور ان دونوں نے آرٹھر کی طرف یوں دیکھا جیسے ہال کی سجادٹ پر نظر دوڑا رہے ہوں“

قدیر نے ویٹرس کو ان دونوں کے لیے کافی کا کہہ دیا تھا۔ چنانچہ ویٹرس نے کافی ان کی ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

”اب کیا پروگرام ہے“ ان میں سے ایک نے کافی پیتے ہوئے کہا

تم دونوں کار میں آئے ہو" قدیر نے ان سے پوچھا
"ہاں"

تو ایسا کرو کافی پینے کے بعد تم اپنی کار لے کر ہوٹل کے باہر انتظار کرو۔ جیسے ہی اس کی کار جو نیلے رنگ کی مرسیڈیز ہے باہر نکلے تم اس کا پیچھا کرو۔ میں تمھاری نگرانی کروں گا۔ کسی مناسب جگہ پر تم اسے روک لینا میں بھی آملوں گا۔ اور پھر اسے بے بس کر کے نمبر ۱۲۷ پر لے جاؤ گے۔

قدیر نے انھیں پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں سر ہلانے لگے۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں اٹھ کر ہال سے باہر نکل گئے۔ آر تھر ابھی تک اخبار پڑھ رہا تھا۔

قدیر سوچنے لگا کہ کہیں یہ کسی کا انتظار تو نہیں کر رہا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک دیئرس آر تھر کی میز کی طرف بڑھ رہی ہے اور پھر اس نے آر تھر کو چونکتے دیکھا اور دوسرے لمحے اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔ دیئرس نے کال کے متعلق اطلاع دی تھی کیونکہ اب وہ ریوڈ کانوں سے لگائے کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ قدیر سوچنے لگا کہ یہ ضرور یہاں کا مستقل گاہک ہو گا۔ اس لیے دیئرس سیدھی اس کی میز کی طرف بڑھی تھی۔ آر تھر نے کال ریوڈ کرنے

کے بعد جیب میں ہاتھ ڈالا۔ کچھ نوٹ کاؤنٹر پر رکھے اور پھر باہر کی طرف مڑ گیا۔ جب وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا تو آر تھر بھی پلیٹ میں ایک بڑا سا نوٹ رکھ کر اس کے پیچھے باہر چلا آیا۔ جب وہ دروازے سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے آر تھر کی مرسیڈیز کو کپاؤنڈ سے باہر نکلتے دیکھا۔ چند لمحے بعد اس کی آسٹن بھی کپاؤنڈ سے باہر نکل گئی۔ کافی دور آنے کے بعد اسے دور سے مرسیڈیز جاتی ہوئی نظر آئی۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھیوں کی کار بھی وہ اس وقت شاہراہ خیام سے گزر رہے تھے۔ چند لمحے بعد مرسیڈیز ساحل کی طرف جانے والی سڑک پر مڑتی نظر آئی۔ اور پھر آگے چل کر سڑک کے ایک چوک سے مرسیڈیز نیشنل پارک والی سڑک پر مڑ گئی۔ قدیر کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ ہو گئی۔ کیونکہ شکار خود دام میں آ رہا تھا۔

یہ سڑک اتوار کے روز بالکل سناں رہتی تھی کیونکہ نیشنل پارک جو ہاک میوزیم کا نام تھا۔ اتوار کو بند رہتا تھا۔ اور آج اتوار ہی تھا۔ اب مرسیڈیز کے پیچھے صرف دو کاریں ہی تھیں ایک اس کے ساتھیوں کی اور دوسری اس کی اپنی اس صورت حال میں ایک خطرہ تھا کہ آر تھر اپنے تعاقب سے باخبر ہو جاتا لیکن اب اسے اس کی بھی

میرے ہاتھ میں ہینڈ گریڈ ہے اور اس کا پن میں کھینچ چکا ہوں اب صرف لیور سے انگڑاٹھا اٹھانے کی دیر ہے اور میرے ساتھ ساتھ تمہارے بھی پرچھے اڑ جائیں گے۔

اس نے اپنا دایاں ہاتھ اُدنچا کرتے ہوئے قدیر سے کہا اور قدیر خطرناک پوزیشن میں پھنس گیا۔ اب اگر وہ آرہے تو آہٹ کر دیتا تو آرہے کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی ختم ہو جاتا۔ اور اگر آرہے کو چھوڑ دے تو آرہے دوسری جیب سے ریو اور نکال کر اسے بھی ختم یا گرفتار کر سکتا ہے۔ عجیب الجھن آپڑی تھی۔ آرہے کے ہونٹوں پر نہ ہرملی ہنسی دوڑ رہی تھی۔ اچانک قدیر کے ذہن میں اس سچوٹشن پر قابو پانے کی ایک ترکیب آئی۔ مگر اس میں سو فیصد شک تھا۔ قدیر نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

قدیر کے چہرے پر مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ اور خوف زدہ انداز میں پیچھے کی طرف ہٹنا شروع کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پانچ چھ قدم پیچھے ہٹ گیا۔ آرہے نے ایک اور تہقہ لگایا دوسرے لمحے وہ پھرتی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس کے باہر نکلنے کے دوران بھی قدیر پانچ چھ فٹ اور پیچھے ہٹ چکا تھا۔ اب وہ سڑک کے کنارے سے بھی چھ قدم دور ہو چکا تھا۔

پردہ نہ تھی۔ اچانک قدیر نے دیکھا کہ اس کے ساتھیوں کی ہلن مرسیڈیز کو جو درمیانی رفتار سے جا رہی تھی۔ بڑی تیزی سے کراس کرتی چلی گئی۔ قدیر نے بھی اپنی کار کی رفتار بڑھا دی۔ پھر وہ جلد ہی مرسیڈیز کے قریب ہو گیا جیسے ہی وہ مرسیڈیز کے قریب پہنچا مرسیڈیز سے آگے جانے والی ہلن کے بریکوں کی خوفناک چرچاہٹ گونگ اور وہ تینوں کاریں ایک دوسرے کے پیچھے رگ گئیں۔ آرہے شاید اس صورت حال سے ہوشیار ہو چکا تھا۔ جس وقت ہلن سے قدیر کے ساتھی اُتر کر اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آرہے نے پھرتی سے ایک ہینڈ گریڈ کھڑکی سے بازو لہرا کر ہلن پر پھینک دیا۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اور ہلن اور دوسرے اس کے ساتھیوں کے پرچھے اڑ گئے۔ قدیر کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ وہ کار رکتے ہی کار سے باہر آچکا تھا۔ اور جس وقت آرہے نے ہلن پر بم پھینکا وہ مرسیڈیز کے کافی قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ تیزی سے اپکا۔ اور دوسرے لمحے وہ آرہے کو روکے کھڑا تھا۔

”خاموشی سے باہر نکل آؤ ورنہ گولی مار دوں گا“

قدیر نے غراتے ہوئے آرہے کو کہا

اور جواب میں آرہے کا زوردار تہقہ فضا میں گونج اُٹھا

دوسرے لمحے آرٹھر کا بازو ہوا میں لہرایا۔ اور مینڈ گریڈ ہوا میں
 تیرتا ہوا اس کی طرف لپکا۔ لیکن قدیر کی قسمت اچھی تھی کیونکہ جیسے
 ہی آرٹھر کا بازو اٹھا۔ وہ ایک قدم پیچھے کی طرف ہٹا۔ اور پھر اس
 کے پیروں کے نیچے زمین ختم ہو گئی۔ وہ ایک چھوٹے سے گڑھے
 میں پشت کے بل گرا اور دوسرے لمحے ہی مینڈ گریڈ اس کے اوپر سے
 گزرتا ہوا تین چار فٹ پیچھے جاگرا۔ اگر قدرت قدیر کی مدد نہ کرتی
 اور وہ گڑھے میں نہ گرتا۔ تو یقیناً گریڈ اس کے اوپر ہی چھٹتا
 گریڈ کے پھٹنے سے ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ قدیر گرتے ہی
 کروٹ لے کر سیدھا ہو گیا۔ اور پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن
 ایک بار پھر وہ بال بال بچا۔ کیونکہ دیوالور کی گولی اس کے دائیں
 کان کے پاس سے گزر گئی۔ آرٹھر نے ہم پھینکنے کے ساتھ ساتھ
 دیوالور بھی شاید جیب سے نکال لیا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے
 قدیر کے دیوالور سے گولی نکلی اور آرٹھر کے ہاتھ سے دیوالور
 نکل گیا۔ قدیر نشانے کا بے حد سچا ثابت ہوا۔ آرٹھر مڑ کر کار
 میں داخل ہونے لگا تھا کہ دوسری گولی
 اس کی ٹانگ پر لگی۔ اور وہ زوردار چیخ مارتے ہوئے کار
 کے دروازے کے پاس ہی دوسرا ہو گیا۔ قدیر اچھل کر اس کے
 قریب آگیا۔ اس نے دیوالور جیب میں ڈالا اور دوسرے ہوئے
 ہوئے آرٹھر کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور پھر اپنی طرف کھینچ لیا

لیکن آرٹھر نے اس کی ناک پر زوردار ٹکمر ماری۔ قدیر نے کراہ کر اس
 کے ہاتھ چھوڑ دیئے آرٹھر پھرتی سے گھوم گیا۔ لیکن دوسرے لمحے اس
 کی کینٹی پر قدیر کا زوردار ٹکمر پڑا۔ اور آرٹھر جکڑ کر نیچے آگرا۔ اس بار
 ہنگامے میں چند ہی منٹ لگے تھے، لیکن قدیر کو ایسا محسوس ہوا جیسے
 صدیاں گزر گئی ہوں۔

آرٹھر زوردار چوٹ کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ قدیر کی
 ناک سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ لیکن اس نے خون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
 پھرتی سے آرٹھر کو کاندھے پر اٹھایا۔ اور دوسرے لمحے وہ اپنی
 کار کی طرف لپکا۔ اور پھر پھلی سیٹ پر آرٹھر کا جسم پھینک کر اس نے
 کار شارٹ کی اور اسے واپس موڑنے لگا۔ چند منٹ بعد اس کی کار
 تیزی سے شہر کی طرف دوڑ رہی تھی۔

بجائے دکان کے پچھلے دروازے سے باہر نکل آیا۔ کیونکہ اسے شک تھا کہ جب وہ میک اپ کے باوجود پہنچانا جا چکا ہے اور جو لوگ اس بھر بازار میں اس پر فائرنگ کر سکتے ہیں۔ تو یقیناً حملہ آور اکیلے نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھی بھی ارد گرد ضرور ہوں گے۔ چنانچہ جیسے ہی وہ باہر نکلتا۔ ہو سکتا تھا۔ دوسری گولی اس کی پیشانی پر پڑتی اور پھر پولیس کی سیٹیاں بھی رنج اٹھی تھیں، اور پر مود جانتا تھا کہ اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو پھر میجر علمانی کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔ اس لیے اس نے پچھلے دروازے سے بھاگنے میں بھی عافیت سمجھی۔ دکان میں چونکہ افراتفری مچ چکی تھی اس لیے اس نے پچھلے دروازے سے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی، وہ آسانی سے نکل گیا۔ یہ دروازہ ایک گلی میں مڑتا تھا۔ گلی اس وقت سنان پڑی تھی۔ وہ تیزی سے گلی کے سرے کی طرف بھاگا۔ اور پھر وہ ایک دوسری سڑک پر پہنچ چکا تھا۔ اور پھر وہ بھاگنے والوں میں مل گیا۔ جو اس سٹور کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ وہ چند قدم ان کے ساتھ بھاگا، اور پھر کتر ایک طرف ہو گیا۔ سامنے والی گلی سے گزرتا ہوا وہ ایک اور سڑک پر آ گیا۔ اور چند لمحے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ لیکن پھر دوسرے لمحے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا

پہلے پھرتی سے بھاگ گیا۔ اور گولی اس کے سر کے اوپر سے گزرتی پیچھے کھڑے ہوئے سیلز مین کی پیشانی پر لگی۔ وہ ایک زوردار چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا ڈپارٹمنٹل اسٹور میں افراتفری مچ گئی حملہ آور دکان کے دروازے سے ہٹ چکا تھا۔ حملہ پر مود پر کیا گیا تھا جو کچھ شاپنگ کرنے کے لیے اس ڈپارٹمنٹل اسٹور میں آیا تھا۔ اور پھر وہ بٹل ہاتھ میں لے کر جیسے ہی مڑا۔ اسے دکان کے سامنے کے دروازے سے ریو اور کی جھلک نظر آئی۔ وہ لاشوری طور پر جھک گیا تھا۔ اس کا یہی جھکنا اس کی زندگی بچا گیا۔ حملہ آور شاید نشانہ خطا ہوتے دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ اس لیے اس نے دوسرا فائر کرنے کی بجائے بھاگنے میں فائدہ سمجھا، پر مود نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریو اور نکالا اور سامنے کے دروازے سے جانے کی

تو اسے ایک سُرخ رنگ کی کاٹیکسی کی طرف تیزی سے پکنتی نظر آئی
یقیناً حملہ آوروں نے اس پاس کی تمام گلیوں اور سڑکوں پر
نگرانی کی ہوئی تھی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی ٹیکسی
نے ایک سگنل چرک کر اس کی اور پھر یہ دیکھ کر وہ ہنس پڑا کہ سُرخ
رنگ کی کال کر دوسری طرف رُک گئی تھی۔ کیونکہ سگنل سُرخ ہو
چکا تھا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو رکنے کے لیے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور
سے پھرتی سے سائیڈ میں ٹیکسی روک دی، پر مود تیزی سے نیچے
اُترا اور ڈرائیور کے ہاتھ میں ایک نوٹ رکھ کر سامنے والی
گلی میں گھس گیا، ڈرائیور حیرت سے اسے دیکھنا رہا۔ کیونکہ نوٹ
کافی بڑی ماییت کا تھا۔ پر مود گلی میں دوڑتا چلا گیا۔ اور وہ چند
دوسری گلیوں سے گزرتا ہوا ایک سڑک پر آ گیا۔ اور پھر کیفے
میں گھستا چلا گیا۔ اس کا سُرخ سیدھا ٹو اٹلٹ کی طرف تھا ٹو اٹلٹ
میں گھس کر اس نے میک اپ صاف کیا۔ بٹل کھولا جس میں ریڈی
میڈ کپڑے تھے۔ پہلے کپڑے اُتار کر نئے کپڑے پہنے اور ان کپڑوں
کا بٹل بنا کر وہ ٹو اٹلٹ سے باہر آ گیا۔ ٹو اٹلٹ میں داخل ہوتے وقت
کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ اس نے بٹل اپنی میز
کے نیچے رکھا۔ اور خود کرسی پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا۔ ریڈی
کو اس نے چائے کے لیے کہہ دیا چند لمحے بعد وہ چائے کی چکیاں
لے رہا تھا اور ساتھ ساتھ سوچ بھی رہا تھا کہ اسے کس طرح پہچانا

گیا اور وہ حملہ آور کون تھے۔ مقامی سیکرٹ سروس کے ارکان منہجر
بینگوریا کر نل ٹیلی نام کے ساتھی اچانک اس کی نظر اپنی دایچ پر
پڑی اس کا بارہ کا ہندسہ سُرخ ہو چکا تھا۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔
اور پھر دوبارہ ٹو اٹلٹ کی طرف یوں بڑھ گیا جیسے اس کے
پیٹ میں شدید درد ہو رہا ہو، چہرے پر تکلیف کے اثرات
لیے ٹو اٹلٹ میں گھس کر اس نے ٹرانسپیر آن کیا
”یس پر مود اسپیکنگ“

سر ایکریٹ سیکرٹ سروس کی مقامی شاخ کا سربراہ آر تھر ہمارے
قبضے میں آچکا ہے۔ اس سے کر نل ٹیلی نام کا پتہ آسانی سے لگ سکتا ہے
آپ فوراً پہنچیں۔ شاہ کا لونی کی کوٹھی تھری اے میں ہم آپ
کے منتظر ہیں“

”ایک منٹ ٹھہرو“ اس نے جیب سے ایک کاغذ نکالتے
ہوئے کہا۔ جس پر شہر کا مکمل نقشہ تھا۔ اس نے اس پر تیزی سے
نظر دوڑائی اور پھر اس ایک سڑک پر اس کی نظریں
جم گئیں۔ یہ وہی سڑک تھی اور پھر اسے پتہ چل گیا کہ وہ کیفے
گلستان میں ہے۔

”دیکھو مجھ پر حملہ ہو چکا ہے، دشمن میری بوسہ لگتے پھر
رہے ہیں میں اس وقت کیفے گلستان مارکیٹ روڈ پر ہیں
موجود ہوں۔ تم میری کار میں پہنچا دو۔ میں منتظر ہوں“

”اد کے سر میں کار بیج رہا ہوں“

دوسری طرف سے آواز آئی اور پر مود ٹرانسمیٹر بند کر کے ٹوائٹلٹ روم سے باہر نکل آیا۔ وہ دوبارہ میز پر آکر اخبار پڑھنے لگا۔ ویٹر کو بلا کر اس نے بل پے کر دیا۔ کوئی دس منٹ بعد ایک نوجوان کیفے میں داخل ہوا۔ اس نے ہال پر ایک نظر ڈالتے ہوئے سر پر ہاتھ یوں پھیرا جیسے بالوں کو سیٹ کر رہا ہو۔ اور پھر نایوسی سے کانڈھے اچکاتا ہوا باہر چلا گیا۔ پر مود سمجھ گیا کہ یہ کار لے آنے والا نوجوان ہے۔ کیونکہ یہ شناخت کا مخصوص اشارہ تھا۔ اس کے باہر نکلنے کے ایک لمحے بغیر پر مود بھی میز کے نیچے سے بندل اٹھا کر باہر نکل آیا۔ کیفے کے سامنے اس کی مخصوص کار کھڑی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا لیکن دوسرے لمحے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ریو اور کا رخ اس کے سینے کی طرف کر دیا۔ پر مود مسکرایا۔ اور اس نے دھیرے سے زیر و زیر دناٹن کہا۔ اور ریو اور جھک گیا۔ بیٹھے ہوئے نوجوان نے احتراگام سر کو جھکایا۔ پر مود کچھ نہیں بولا اس کے اندر بیٹھ کر کار کا دروازہ بند کیا۔ اور پھر کار ایک جھلکے سے سڑک پر دوڑتی چلی گئی۔ رات چونکہ شہر کا نقشہ پر مود نے اچھی طرح سے غور کیا تھا۔ اس لیے سڑکیں اور کار ناماں اس کے ذہن میں ہی تھیں۔ وہ تیزی سے کار دوڑاتا ہوا

تھوڑی دیر بعد شاہ کالونی میں داخل ہو گیا۔ یہاں امرابطے کی عظیم الشان کوٹھیاں تھیں۔ تیسری کوٹھی کے گیٹ پر اس نے کار روک دی کار کو دیکھتے ہی دروازے پر کھڑے ہوئے چوکیدار نے پھرتی سے گیٹ کھول دیا۔ اور پر مود کار اندر بیٹا چلا گیا۔ پورچ میں اس نے کار کھڑی کی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ پیچھے بیٹھا ہوا نوجوان بھی باہر آ گیا۔ سامنے کار بیڈرو میں ایک بھاری سمبر کم آدمی کھڑا ہوا پر مود کو گھور رہا تھا۔ اور پھر پر مود جیسے ہی کار بیڈرو کی سیڑھیاں چڑھا سامنے کھڑے ہوئے شخص کے چہرے پر مسکراہٹ کی لہر دوڑ گئی وہ شاید پر مود کو پہچان گیا تھا۔ کیونکہ پر مود اس وقت اپنی اصلی شکل میں تھا۔

مجھے سلیم کہتے ہیں میں یہاں نمبر دن ہوں“ اس آدمی نے پر مود سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا

”خوشی ہوئی مل کر“

پر مود نے جواب دیا۔ اس نے اپنا تعارف کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ کیونکہ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی

تم یہیں کھڑے ہو کر نگہانی کرو“

سلیم نے پر مود کے ساتھ آنے والے نوجوان کو ہم دیا اور وہ سر ہلا کر دیس مرگ گیا۔

وہ دونوں اندر چلے گئے۔ سامنے والے کمرے میں ایک غیر ملکی
نوجوان جس کی ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی تھی کرسی پر دیسوں
سے جکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک اور نوجوان ہاتھ
میں ریو اور لیے کھڑا تھا۔

پرمود نے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سلیم سے
کہا۔ ”یہ کون ہے“ اس کا اشارہ اس غیر ملکی نوجوان کی طرف تھا
یہ یہاں کی ایک بین سیکرٹ سروس کا انچارج آرٹھر ہے ویسے
انھوں نے یہاں انسٹر پول اسپورٹ ایکسپورٹ نامی فرم کھولی ہوئی
ہے یہ اس کا جنرل مینجر ہے پچھلے دنوں ایک کیس کے اختتام پر اتفاقاً
یہ ہماری نظروں میں آگیا۔ لیکن اس وقت ہم نے ان کے خلاف
کارروائی کرنی مناسب سمجھی کیونکہ اس کی کوئی فوری ضرورت نہ تھی اب
آپ کی ہدایت ملتے ہی مجھے خیال آیا کہ کرنل ٹیلی نام نے ضرور اس
سے رابطہ قائم کیا ہوگا۔ اس لیے میں نے اسے اغوا کر لیا۔“

سلیم نے پوری تفصیل بتلاتے ہوئے کہا
”تو کیا یہ آسانی سے ہاتھ آگیا“ پرمود نے آرٹھر کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا

”نہیں جناب اس نے ہماری ایک کار اور دو ایجنٹ ختم کر دیے
قدیر اسے جان پر کھیل کر۔ اغوا کر لیا۔ اس نے اس کے
اغوا کی بھی تفصیل سنا دی

”ہوں تم نے اس سے کچھ پوچھا“

”نہیں جناب ہم نے سب سے پہلے آپ کو اطلاع دی تاکہ
آپ اپنی مرضی سے اس سے پوچھ سکیں۔“

”ادکے“ پرمود نے آرٹھر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے
ہوئے کہا: ”آرٹھر اس دوران بالکل خاموش تھا۔ جیسے اس نے
ذبولنے کی قسم اٹھا رکھی تھی

”مسٹر آرٹھر آپ کرنل ٹیلی نام کے متعلق سب کچھ بتلا دیں“
پرمود نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا

”میں کرنل ٹیلی نام سے نہیں ملا۔ نہ ہی انھوں نے اب تک
میرے ساتھ رابطہ قائم کیا ہے“

آرٹھر نے مطمئن انداز میں جواب دیا
”تو تم سیدھے طریقے سے نہیں بتلاؤ گے“

پرمود نے غراتے ہوئے کہا

”میں جب جانتا ہی نہیں تو کیا بتاؤں“

آرٹھر نے وہی جواب دیا

”تم اپنی زبان کھولنے پر مجبور ہو جاؤ گے مسٹر آرٹھر میرا

نام پرمود ہے۔ تم جیسے ہزاروں سیکرٹ ایجنٹ میرے طریقہ تشدد
کے سامنے زبان کھول چکے ہیں“

”تم اپنا طریقہ تشدد مجھ پر آزماسکتے ہو“

آرتھر کا اطمینان واقعی قابلِ داد تھا۔
”مستر قدیر ایک چاقو لے آؤ“

پرمود نے قدیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

او کے سر۔ قدیر نے سر ہلایا اور دوسرے کمرے میں
چلا گیا۔ چند لمحے بعد وہ ایک بڑا سا چاقو ہاتھ میں لیے ہوئے
اندروں داخل ہوا۔

”اس کی بائیں آنکھ نکال دو“

پرمود نے انتہائی سرد لہجے میں قدیر کو حکم دیا۔

قدیر ایک لمحے کے لیے جھجکا۔ اور پھر دوسرے لمحے چاقو کھلنے
کی خوفناک گڑ گڑاہٹ فضا میں گونج گئی۔ آرتھر کے چہرے پر آواز سن
کر الجھن کے تاثرات نمایاں ہوئے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ مطمئن
ہو گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ یہ صرف زبان کھلوانے کی دھمکی ہے
ورنہ اتنا بے رحم کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔

قدیر نے ایک لمحے کے لیے سلیم کی طرف دیکھا۔ اور پھر وہ
چاقو ہاتھ میں لیے آرتھر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آہستہ سے
چاقو کی نوک آرتھر کی بائیں آنکھ کی طرف بڑھانی شروع کر دی
دوسرے لمحے آرتھر کی کرناک چیخ سے کمرہ گونج اُٹھا۔ قدیر
نے پھرتی سے چاقو سے اس کی بائیں آنکھ باہر نکال دی تھی۔
آنکھ کا ڈھیلہ چاقو کے پھل کے ساتھ آنکھ سے باہر آچکا

تھا۔ اور اب وہاں آنکھ کی جگہ بھیاںک گر چھا تھا۔ جس سے خون
بہ رہا تھا۔ آرتھر تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا
سلیم نے یہ نظارہ دیکھ کر ایک جھبر جھری لی لیکن پرمود کا
چہرہ سپاٹ تھا
”اسے ہوش میں لاؤ“

پرمود نے قدیر سے کہا جو چاقو لیے پرمود کی طرف دیکھ
رہا تھا۔

قدیر نے سر جھٹکتے ہوئے کمرے میں کونے میں پڑی ہوئی ایک
صرافی سے پانی نکالا۔ اور آرتھر کے چہرے پر چھینٹے دینے شروع
کر دیئے۔ چند لمحے بعد ایک جھبر جھری لے کر آرتھر ہوش میں
آگیا۔ اس کی اکلوتی آنکھ خون کی طرح سرخ تھی۔
”تم۔۔۔۔۔ تم ظالم۔۔۔۔۔ بے رحم۔ کیسے ہو“
اس نے چیخ کر کہا

جلدی سے تمام تفصیل بتلا دو۔ ورنہ دوسری آنکھ کا بھی یہی
حشر ہوگا“ پرمود نے سرد آواز میں کہا
نہیں بتاؤں گا ہرگز نہیں بتاؤں گا“
وہ چیخ پڑا

تو میں بتانا پڑے گا۔ قدیر اگر میرے پانچ ہلکے گھٹنے کے بعد
بھی کوئی بات نہ بتلائے تو دوسری آنکھ بھی نکال دو۔

پر مود نے اسی لمحے میں کہا۔ تقدیر نے چاقو کو مضبوطی سے پکڑ لیا
ایک . . . دو . . . پر مود نے گننا شروع کر دیا
اور آرہتر کا چہرہ بگڑنا شروع ہو گیا۔

تین . چار پر مود نے جیسے ہی چار تک گنا۔ تقدیر نے چاقو
کی نوک آرہتر کی دائیں آنکھ کی طرف بڑھا دی۔

پھٹو . . . پھٹو . . . پھٹو میں بتلاتا ہوں . . . تم کہنے
ہو۔ بے رحم ہو . . . تم سے کچھ بعید نہیں
آرہتر زور سے چیخ اٹھا۔

قدیر رُک جاؤ۔ پر مود نے تقدیر کو اشارہ کیا اور
تقدیر تہچھے ہٹ گیا۔
”مجھے پانی دو“

اس نے پر مود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

اور تقدیر نے پر مود کے اشارہ کرنے پر اسے پانی پلا دیا
اور پھر آرہتر نے کرنل ٹیلی نام کی آمد اور اس کی رہائش گاہ کے
متعلق سب کچھ بتلاتا چلا گیا۔ لیکن ابھی اس کی بات پوری طرح
مکمل نہیں ہوئی تھی کہ باہر سے گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں
پر مود اور سلیم اپنی جگہ سے اُچھل پڑے دوسرے لمحے دروازہ
زور سے کھلا۔ اور وہ فوجیوں کے پاس کھڑا تھا۔ تیزی سے
انڈگس آیا۔ کوٹھی کو چاروں طرف سے پولیس نے گھیر لیا ہے ان

کے ساتھ عام کپڑوں میں دوسرے لوگ بھی ہیں۔ پر مود نے جیب
سے ریو اور نکالا۔ اور اس کی پہلی گولی آرہتر کی پیشانی پر پڑی
”باہر نکلو ہمیں کار تک پہنچنا ہے“

پر مود تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ باقی لوگ بھی بھاگے
سلیم اور تقدیر نے بھی ریو اور نکال کیسے لیکن باہر برآمدے
میں ہی انھیں اپنے چاروں طرف رائفلیں اور ریو اور اُٹھے
ہوئے نظر آئے ساری کوٹھی میں پولیس ہی پولیس بھری
ہوئی تھی۔

اتنے ریو اور سامنے دیکھ کر ان تینوں کے ہاتھ اُپر اُٹھ گئے
سامنے ہی میجر بیگودا، میجر غلامی اور ایک اور ایکرمین کھڑے
ہوئے نظر آئے، پر مود پہچان گیا کہ یہ ایکرمین کرنل ٹیلی نام ہی
ہے انھوں نے ان کے ریو اور لے لیے، پھر ان کی مکمل جانچ
تلاشی کی گئی۔ اور پھر انھیں لے کر دوبارہ کمرے
میں آ گئے۔

کمرے میں آتے ہی جب کرنل ٹیلی نام نے آرہتر کا حشر دیکھا
وہ چیخ پڑا۔

”ظلم . . . ظلم . . . اتنا ظلم . . . میں اسے یہیں
گولی مار دوں گا“

اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریو اور کا رخ پر مود کی طرف کر دیا

لیکن میجر بینگورا نے تیزی سے ہاتھ مار کر اس کے ریوڑ کا رخ بدل دیا۔

”ٹھہرو جلدی مت کرو۔ ہم اسے یوں آسانی سے نہیں مرنے دیں گے، ہم اسے تڑپا تڑپا کر ماریں گے تمہارا انتقام پورا ہوگا“ میجر بینگورا نے تیزی سے کہا

اور کرنل ٹیلی نام نے کاٹتی ہوئی نظروں سے پرمود کو دیکھتے ہوئے ریوڑ اور جیب میں رکھ لیا، اتنے میں باقی سپاہیوں نے ساری کوٹھی چھان ماری۔ لیکن انھیں کوڑی میں کوئی خاص چیز نہ ملی۔

”پرمود اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ رسیدوں سے باندھ دیئے گئے۔ اور پھر انھیں باہر کھڑی ایک دیگن میں بیٹھایا گیا اور دیگن چل پڑی۔ باقیوں کے چہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے لیکن پرمود کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ چپکا بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا اس کے ہاتھ سے رسٹ داغ بھی اُتار لی گئی۔

مقوڑی دیر بعد سٹیشن دیگن رُک گئی، اور پرمود اور اس کے ساتھیوں کو اُتار کر ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ پرمود نے دیکھا کہ یہ مقامی سیکرٹ سروس ہیڈ کوارٹر تھا۔

یہ کمرہ خاصا بڑا تھا، اور پھر ان چاروں کو کمرے کے سامنے والی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔

میجر بینگورا کرنل ٹیلی نام، میجر غلانی اور رشی ہی کرے میں رہ گئے ”ہاں تو کیپٹن پرمود اب تلوہ تمہارے ساتھ کیا حشر کیا جائے“ میجر غلانی نے بغور پرمود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو دل چاہے کرو“ پرمود نے مطمئن انداز میں مختصراً کہا تم تو اپنے آپ کو بڑا عیار اور چالاک سمجھتے تھے لیکن دیکھو کس طرح ہم نے تمہیں پھانس لیا ہے“

میجر بینگورا نے مضحکہ آمیز ہنسی میں کہا

”اس بات پر مجھے خود حیرت ہے کہ تم لوگوں نے میرا سراغ

کیسے پایا“ پرمود نے تجسس آمیز لہجے میں کہا

”تو سنو میجر بینگورا نے تمہیں اس وقت پہچان لیا جب تم ایک ریلوے

سے نکل ٹیکسی میں سوار ہو رہے تھے حالانکہ تم میک اپ میں تھے“

لیکن تمہارے بائیل ہاتھ پر بنا ہوا ستارہ نمائندہ پر اس کی

نظر پڑ گئی۔ تم جلدی میں تھے، اور میجر بینگورا بھی میک اپ میں

تھے اس لیے تمہیں میجر پر شک نہ پڑا، میجر نے فوراً مجھے ٹرانسپیر

پر اطلاع دی اور خود ایک اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور تمہارا

تہا قب کیا جب تم ڈیپارٹمنٹل سٹور میں داخل ہوئے اس وقت میرے

آدمیوں نے راکر وکاسا راعلاقہ گھیر لیا۔ اور پھر میرے ایک آدمی نے سٹور

میں گولی چلا دی لیکن تم بچ گئے اور پھر تم پھیلے دروازے نکل کر مختلف گلیوں

ہوتے ہوئے جب سڑک پر پہنچے تو تمہارا وہ علیہ میں نے سب کو بتا دیا تھا اس

اس لیے تم میرے آدمیوں کی نظروں میں آ گئے۔ انھوں نے تمھارا تعاقب کیا لیکن ایک چوک پر تم انھیں ڈاج دینے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں سے ہم تمھارا سراغ کھو بیٹھے لیکن پھر ہم نے ارد گرد کی تمام کانوں اور ہوٹلوں میں پوچھ گچھ کی۔

کیفے گلستان سے ہمیں تمھارے متعلق پتہ چلا اس کی وجہ تمھارے ہاتھ میں پکڑا ہوا بسٹل تھا وہاں کے ایک دیوٹر سے ہمیں اس کار کے نمبر بھی پتہ چل گیا۔ جس میں تم بیٹھ کر گئے تھے اور ہمارے یقین پختہ ہو گیا کیونکہ یہ نمبر جعلی تھا۔ تم اسے اتفاق کہو یا اپنی بد قسمتی کہ یہی نمبر میری پرنسپل کار کا ہے۔ کار چونکہ مخصوص ٹاسپ کی تھی۔ اس لیے اس کا سراغ ملتا چلا گیا۔ اور ہم تمھارے اڈے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

نتیجہ

اب تم یہاں ہو

میسجر غلامانی نے تفصیل سے اسے بتلاتے ہوئے کہا پر مود نے یہ بات اس لیے چھیڑی تھی کہ اسے کچھ دقت مل جائے ورنہ اسے اس تفصیل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور اس دوران وہ اپنا کام کر چکا تھا۔ اس نے اپنے ناخنوں کے

کے اوپر لگے ہوئے تیز بلیڈوں سے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ لی تھی۔ اب وہ موقع کا منتظر تھا اس نے اس دوران یہ بھی چیک کر لیا تھا۔ کہ وہ چونکہ اس کی طرف سے مطمئن تھے اس لیے ان سب کے ریلوے جیلوں میں پڑے تھے۔

”ہاں تو پر مود اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمھارا ایک ایک عضو کاٹا جائے گا“

میسجر غلامانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے ہاتھ ہی کرنل ٹیلی نام اور میجر بینگودا کے ہاتھوں سے کمرہ گرج اٹھا۔ وہ اپنی کامیابی پر پاگل ہوئے جا رہے تھے۔

”تمھاری یہ حسرت تمھارے ساتھ ہی دفن ہو جائے گی“ پر مود نے اطمینان سے کہا

میسجر غلامانی اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا۔ پر مود کی طرف آ رہا تھا۔ سارے کمرے پر پڑا سراسر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میجر غلامانی پر مود کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا ایک ایک قدم کر کے اس کی طرف بڑھ رہا تھا پھر وہ پر مود کے قریب آیا اور اس نے پر مود کے منہ پر مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ لیکن دوسرے لمحے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے میجر غلامانی اڑتا ہوا میجر بینگودا پر

گرا۔ اور اس کے ساتھ ہی پرمود نے اچھل کر چپ لگایا اور سیدھا کرنل ٹیلی نام پر آیا اور وہ اسے لیٹا ہوا فرش پر چلا آیا۔ گرتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن دوسرے لمحے رشدی اس پر آپڑا۔ پرمود نے پھرتی سے اس کا بازو پکڑا اور پھر ایک جھٹکے سے وہ کمرے کی دیوار سے جا ٹکرایا ایک طویل چیخ کمرے میں گونجی رشدی کا سردیوار کے ساتھ جا ٹکرایا ایک طویل چیخ کمرے میں گونجی رشدی کا سردیوار کے ساتھ دیوار کے ساتھ ٹکرایا اس کا سر پاش پاش ہو گیا اور بھیجا چھچھڑے کی طرح دیوار کے ساتھ ٹکنا رہ گیا۔

میسر بینگورا اور میسر غلمانی بھی اب اٹھ کر پرمود کی طرف پکے سچوٹن ہی کچھ ایسی بن گئی تھی جو انھیں جیلوں سے دیوالور نکالنے کا خیال نہیں آیا۔ پرمود نے اچھل کر میسر غلمانی کے سینے پر لات ماری وہ لڑکھڑاتا ہوا اچھے جا پڑا۔

قبل اس کے کہ وہ بینگورا کی طرف متوجہ ہوتا۔ بینگورا

کی زوردار لات پرمود کے سر پر پڑی ایک لمحہ کے لیے پرمود کا دماغ چکرا گیا۔ لیکن وہ فوراً سنبھل گیا اسے پھرتی سے بینگورا کی لات پکڑ کر گھیٹ لی بینگورا جھٹکے سے فرش پر آگرا۔ ادھر ٹیلی نام کو خیال آگیا اس نے پھرتی سے جیب سے دیوالور نکال لیا۔ پرمود اب صاف زور پر تھا۔ کیونکہ وہ فرش پر پڑا تھا۔

ٹیلی نام نے ٹریگر دبا دیا ایک دھماکہ ہوا۔ گولی چلی اور پھر ایک طویل چیخ کمرے میں گونج اٹھی یہ چیخ پرمود کی نہیں تھی۔ یہ چیخ قدیر کی تھی جو بڑائی کے دوران کمرے کے درمیان میں آچکا تھا۔ ادھر جیسے ہی ٹیلی نام نے دیوالور نکال کر پرمود کا نشانہ لیا۔ قدیر اچھل کر پرمود کے سامنے آگیا گولی اس کی پشت میں گھس گئی۔ . . . پرمود بچ گیا۔ . . . قدیر اپنے ملک کے مایہ ناز ایجنٹ پر قربان ہو چکا تھا۔

پرمود کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے جھپٹ کر ٹیلی نام کا دیوالور دالا بازو پکڑ لیا اور پھر ایک کھٹک کی آواز ابھری اور پھر ایک چیخ۔ . . . بیل نام کا بازو شانے سے اٹھ چکا تھا۔ دوسرے لمحے پرمود اُسے اٹھا کر بینگورا پر دے مارا

جو اپنا دیو اور نکال رہا تھا۔ وہ دونوں فرش پر گر پڑے
میجر غلامی فرش پر پڑا اب تک ترپ رہا تھا۔ اس کے
سینے کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ پھر اس کے منہ سے خون
اُبل پڑا۔ اور ترپ ترپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اب پرمود کے مقابلے میں کرنل ٹیلی نام اور
میجر بینگورا ہی رہ گئے تھے کرنل ٹیلی نام کا ایک بازو
ناکارہ ہو چکا تھا۔ اس کا ریلو اور کمرے کے کوبنے میں
پڑا تھا۔ جیسے وہ فرش پر گرے پرمود نے تیزی
سے بینگورا پر پڑے ہوئے ٹیلی نام کو گلے سے پکڑ کر
کھڑا کر دیا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس کا دوسرا بازو
بھی کھٹک سے ٹوٹ گیا۔ اس کے گلے سے ایک اور چیخ
اُبھری اب وہ ناکارہ ہو چکا تھا۔ اس نے اسے جھٹکا
دے کر ایک طرف گرادیا۔

بینگورا اب اُسٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔
شاید وہ فساد ہونا چاہتا تھا کہ تیچھے سے پرمود کی لات
اس کی پشت پر پڑی اور وہ سامنے بند دروازے سے
جاملکرایا لیکن پھر شاید اس نے بھی مرنے یا مارنے کا فیصلہ
کر لیا۔ وہ اُچھل کر پرمود کی طرف آیا۔ لیکن پرمود کا مکہ
اس کے پیٹ پر پڑا۔ اور وہ ڈکراتا ہوا نیچے آگرا اور

پھر پرمود کی لات اس کے چہرے پر پڑی اور پرمود کے
بوٹ کی نوک اس کی آنکھوں میں گھس گئی۔ اس کا
ٹھیکہ جھٹ گیا۔

وہ درد کی شدت سے چیخ اُٹھا۔ لیکن پرمود نے
متواتر اس کے چہرے اور سر پر ٹھوکریں مارنا شروع
کر دیں۔ ٹھوکرؤں پر ٹھوکریں پڑتی رہیں۔ بینگورا شدت
کرب سے چیخا رہا اور پھر اس کی چیخ و پکار مدھم مدھم گئی،
پرمود نے اسے گلے سے پکڑ کر اُدچا کیا اس کا چہرہ
لہو لہاں ہو چکا تھا۔

پرمود کی کھڑی تھیلی اس کی گردن پر پڑی اور کھٹاک
کی آواز سے اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور بینگورا
نکل دم توڑ دیا۔

اب پرمود کرنل ٹیلی نام کی طرف بڑھا۔ جو شاید تکلیف
کی شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا پرمود نے اس کے
منہ پر زوردار تھپڑ مارا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ ٹیلی نام
کے اعصاب تن آٹھے اور اسے ہوش آ گیا۔ ہوش میں
آتے ہی اس کی نظر پرمود کے چہرے پر پڑی۔ وہ چیخ
اُٹھا ”مجھے مت مارو پرمود“

بزدل تمھاری موت اب مقدر ہو چکی ہے یہ کہہ کر پرمود نے

نے اسے گلے سے پکڑ کر اٹھایا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس نے اس کا سر پکڑ کر پوری قوت سے گھما دیا اس کی گردن جھٹکے سے مڑ گئی۔ اس کی گردن کی تمام رگیں ٹوٹ گئیں ہڈی کھٹک سے ٹوٹ گئی اور غراہٹ آمیز اس کے منہ سے نکلی اور دوسرے لمحے وہ ختم ہو چکا تھا۔ پر مود نے اس کی لاش فرش پر پھینک دی۔ پر مود کے چہرے پر دشت جیسے جم کر رہ گئی تھی۔ یہ پر مود کا بھیانک ترین روپ تھا۔

سلیم اور اس کا ساتھی نوجوان اب تک کمرے کے درمیان خوف زدہ لہجے میں پر مود کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو کمرے میں بکھری ہوئی لاشوں کے درمیان کھڑا تھا۔ پر مود کے چہرے پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ آنکھیں گہری سُرخ تھیں۔ وہ ایک لمحے تک دشت آمیز نظروں سے ان لاشوں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کا چہرہ آہستہ آہستہ معمول پر آنے لگا۔ آنکھوں کی سُرخ بھی ماند پڑنے لگی اس نے جیب سے رومال نکال کر چہرے پر پھیلا ہوا خون پونچھا اس کے سر پر زخم ہو گیا تھا۔ بینگورا کے بوٹ کی ٹھوکر کا نتیجہ تھا اس سے خون بہہ کر اس کے چہرے پر پھیل گیا تھا۔ اور اب اسے سلیم اور

اس کے ساتھی کا خیال آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھوں کی رسیاں کھولیں۔

”مجھے قدیر کی قربانی ہمیشہ یاد رہے گی“

پر مود نے قدیر کی نعش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اب یہاں سے نکلنا باقی رہ گیا ہے۔ شکر ہے کہ یہ کمرہ سائڈ پروف تھا۔ اس لیے باہر والوں کو کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ اندر کیا ہو رہا ہے ورنہ بہت

مشکل ہو جاتی

”اب یہاں سے کیسے نکلا جائے“

سلیم نے پر مود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

”نکلنے کے ساتھ ہی ہمیں اس شہید فرض کی میت بھی لے جانی ہے“

پر مود نے قدیر کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس نے آگے بڑھ کر قدیر کے ہاتھوں سے رسیاں کھولیں۔ جواب تک اس کے مردہ ہاتھوں سے لپٹی ہوئی تھیں۔

پر مود نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر بیہوشی کی لاش کی طرف بڑھ گیا اس نے اپنی جیب سے اپنی رسٹ داچ نکالی اور پھر اس پر اعظم اور صدیقی کو کال کرنے لگا۔

جو ابھی تک اسی کڑھی میں موجود تھے۔ جہاں سے پر مود شاہنگ
کرنے کے لیے نکلا تھا۔ وہ اس تمام چکر سے ابھی تک
لا علم تھے۔ انھیں ہیڈ کوارٹر پہنچنے کے لیے کہا
اور پھر پر مود نے کمرے میں پڑے ہوئے انٹرکام کا ریمو
اٹھایا۔ دوسری طرف بھی فوراً ریسورڈ اٹھایا گیا
”کون بول رہا ہے“

پر مود نے میجر غلامانی کی آواز میں تحکمانہ بھے میں کہا
”چیف آف دی کارڈز سر“

دوسری طرف سے جواب دیا گیا
”دیکھو دو آدمی“ اور پھر اس نے اعظم اور صدیقی کا

علیہ تبادلا دیا

جیسے ہی ہیڈ کوارٹر پہنچیں۔ مجھے فون پر اطلاع دو اور
انھیں کمرے کے دروازے پر پہنچا دو اور ان کے آنے کے
بعد مجرموں سے چھینی ہوئی کار ہیڈ کوارٹر کے دروازے پر
لاکھڑی کرو۔ اور جب یہ دو آدمی آجائیں تو اپنے تمام کارڈز
کو ہال کمرے میں اکٹھا ہونے کا حکم دے دو ایک اہم مسئلہ
پر میں ان کو حکم دوں گا“

پر مود نے میجر غلامانی کے لہجہ میں رکنے کا حکم دیا

”او کے سر ایسا ہی ہوگا“

چیف آف دی کارڈز نے جواب دیا اسے شاید اس
عجیب و غریب ہدایت پر حیرت ہوتی لیکن اسے پتہ تھا
کہ میجر نے ایک سیکرٹ ایجنٹ کو گرفتار کیا ہے اس
لیے ہو سکتا ہے کہ یہ ٹینک اسی سلسلے میں ہو
پر مود ریسورڈ رکھ کر کمرے میں ٹھہرنے لگا۔ تھوڑی
دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔
”یس“

پر مود نے ریسورڈ اٹھا کر میجر غلامانی آواز میں کہا
”سر وہ دونوں آدمی دروازے پر پہنچ چکے ہیں کار
ابھی دروازے پر ٹرمینگ پہنچ چکی ہے تمام گاڑی ٹرمینگ
ہال میں پہنچ چکے ہیں اب کیا حکم ہے“
”ٹھیک ہے اب تم بھی دیپ چلو میں پندرہ منٹ بعد
آ رہا ہوں“

پر مود نے اسے حکم دیتے ہوئے ریسورڈ رکھ دیا
ایک لمحے بعد دروازہ پر دستک ہوئی پر مود نے
فرش کے کونے سے کرنل طیل نام کا دیو الود اٹھایا۔ اور
پھر ایک طرف ہو کر دروازہ کھول دیا آنے والے عظیم اور
صدیقی تھے۔ وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے کمرے
کی حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

پرمود نے گردن باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا سامنے
ہیڈ کوارٹر کے مین گیٹ پر ایک اس کی کار کھڑی نظر
آئی اور سب گاڑوں جاچکے تھے میدان صاف تھا۔
جلدی کرو سلیم تم قذیر کی لاش لے کر باہر چلو اور
تم بھی۔

اس نے دوسرے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
کہا۔ ہم آرہے ہیں
اور پھر دونوں قذیر کی لاش لے کر تیزی سے گیلری
میں جانے لگے۔ چند لمحے بعد وہ کار کا دروازہ کھول
کر اس میں گھس گئے۔
”جلدی کرو تم پر میرے ساتھ آؤ“

پرمود نے اعظم اور صدیقی سے کہا اور پھر اسی گیلری کے
بائیں طرف چلے گئے۔ اسی گیلری میں میجر غلامانی کا دفتر
تھا۔ . . . !

تم یہاں سے دیکھتے رہو اگر کوئی نظر آئے تو بے دریغ گولی
مار دینا اور خود دروازہ کھول کر اندر گھس گیا اور پھر
میجر غلامانی کے کمرے کی تیزی سے تلاشی لینے لگا اسے اس
فائل کی تلاش تھی جس میں ٹریپ آف ڈمیتھ کا اصل
پلان تھا۔ وہ اس فائل کو بطور ثبوت اپنے ساتھ لے جانا

چاہتا تھا۔ تاکہ اپنے چیف کو تحریری ثبوت دے سکے۔
میجر بینگورا کے کمرے سے جس فائل کے اس نے نوٹ کیے
تھے۔ وہ کیمرو کسٹر میں بھاگتے ہوئے کہیں گر چکا تھا۔ اور
پھر ایک دروازہ کھول کر اس نے ایک نیلے رنگ کی فائل
نکالی اسے کھول کر دیکھا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں چمک
اٹھیں۔ یہ وہی فائل تھی۔ جس کی اسے تلاش تھی۔ فائل
اٹھا کر وہ کمرے سے باہر آ گیا

اعظم اور صدیقی بدستور دروازے پر کھڑے تھے
پھر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کار کے پاس
پہنچے۔ سلیم وغیرہ اندر بیٹھے تھے۔ پرمود نے
تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اعظم اور صدیقی
بھی اس کے پاس بیٹھ گئے اور پھر کار ایک جھٹکے سے
آگے بڑھ گئی۔

سلیم پرمود کو اپنے مخصوص اڈے کا راستہ بتلاتا جا
رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گئے۔ کار اڈے کے
خفیہ گیراج میں روک دی گئی اور پھر اعظم نے قذیر کی لاش اٹھائی اور
دو کمرے نوجوان کی مدد سے اس اڈے میں داخل ہو گئے جیسے ہی وہ اندر داخل
ہوئے کمرے میں گئے۔ ہرے ٹرانسمیٹر کا بلب پارک کرنے لگا سلیم نے آگے بڑھ کر ہیڈ
فون اپنے کانوں سے لگا لیا۔ اور پھر چند منٹ بعد وہ پرمود کو تیار ہاتھا

۔۔۔۔۔ تمام شہر میں ان کی تلاش اعلیٰ ایوان پر
کی جا رہی ہے۔ صدر مملکت نے براہ راست آرڈرز
دیتے ہیں۔

یہ جبکہ محفوظ ہے

پرمود نے سلیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
”جی ہاں“

سلیم نے مختصر سا جواب دیا

”کوئی ہیلی کاپٹر ہے یہاں“

پرمود نے دوسرا سوال کیا

”جی ہاں ایک تیز ترین ہیلی کاپٹر موجود ہے“

سلیم نے جواب دیا

”اد کے ہم آدھی رات کے بعد اس کے ذریعے سرحد پار
کر جائیں گے“

پرمود نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا

میرا خیال ہے آپ چار پانچ روز یہاں رہیں جب

آپ کی تلاش ختم ہو جائے تو آپ چلے جائیں“

سلیم نے مشورہ دیتے ہوئے کہا

تم فکر مت کرو۔ ہم یہاں سے! آسانی نکل جائیں

گے۔ ابھی تلاش کرنے والوں کا خیال ہیلی کاپٹر

کی طرف نہیں جائے گا۔ وہ ابھی ہوائی اڈوں اور اسٹیشنوں

پر اور سرحد پر ہی نگرانی کریں گے“

پرمود نے کہا

اد کے۔ ویسے بھی اس پر یہاں کی فوج کے نشانات

موجود ہیں اس لیے اسے کوئی چیک نہیں کرے گا“

سلیم نے کہا

”یہ تو اور بھی اچھا ہے“

آج رات ۲ بجے ہم اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے سرحد پار

کر جائیں گے۔ جب حالات پر سکون ہو جائیں تو آپ میری

کار کسی ذریعہ سے پہنچا دینا

پرمود نے جواب دیا۔

تیز روشنی میں نہا گیا ہو۔ تینوں چونک پڑے لائٹ نیچے سے
ڈال جا رہی تھی۔
”ہوشیار“

پرمود نے ان سے کہا اور سپر ہیلی کا پٹر کی رفتار اور بھی
تیز کر دی لیکن ہیلی کا پٹر ابھی تک اس روشنی سے چمکنا نہیں
پا سکتا تھا۔ کیونکہ روشنی ہیلی کا پٹر کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھی۔
اچانک لائٹ بجھ گئی۔ چاروں طرف دوبارہ اندھیرا مسلط ہو
گیا اور دوسرے لمحے پرمود چونک پڑا کیونکہ ہیلی کا پٹر میں
فٹ ایک چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کا باب پارک ہونا شروع
ہو گیا تھا اس نے ایک لمحے چمکاتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن
کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے ایک آواز ابھری
”ہیلو ہیلو نمبر بتلاؤ“

پرمود سمجھ گیا کہ چونکہ ہیلی کا پٹر پر مقامی فوج کے نشانات
بنے ہوئے ہیں اس لیے وہ انہیں اپنا ہی پٹر سمجھ رہے
ہیں۔ لیکن اب مسئلہ تھا۔ نمبر کا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کونسا
نمبر بتلائے آخر اس نے سمجھ سوچ کر کہا
”نمبر نہیں بتلایا جاسکتا سیکرٹ مشن“
پرمود نے آواز تبدیل کرتے ہوئے کہا
”کہاں جا رہے ہو“ اب ٹرانسمیٹر پر ایک اور قدرے خشک آواز ابھری

چاروں طرف مکمل اندھیرا چھا ہوا تھا۔ آسمان پر گہرے سیاہ
بادلوں کا پردہ تنہا ہوا تھا۔ رات کے آگے کہاں کی ایک ٹھارت سے
ایک ہیلی کا پٹر فضا میں بلند ہوا اس کی تمام لائٹیں بجھی ہوئی تھیں
اس ہیلی کا پٹر میں پرمود۔ اعظم اور صدیقی موجود تھے۔ پرمود
پائلٹ سیٹ پر موجود ہیلی کا پٹر چلا رہا تھا۔ چاروں طرف خاموشی
طاری تھی۔ ہیلی کا پٹر پہلے تو فضا میں سیدھا بلند ہوتا گیا اور
پھر اس کا رخ شمال کی طرف ہو گیا، جہاں بلگارینہ اور
ناخستہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ ہیلی کا پٹر تیز رفتاری سے
بلگارینہ کی سرحد کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اعظم اور صدیقی
خاموشی سے بیٹھے چاروں طرف پھیلے ہوئے اندھیرے کو
گھور رہے تھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے ان کا ہیلی کا پٹر

”یکرٹ مشن ہے اس لیے کچھ نہیں بتا سکتے“

پرمود نے دوبارہ اسی لہجے میں کہا۔ اس کی آواز
دقار سے بھرپور تھی

کوڈ بتاؤ ورنہ ہم لڑاکا طیارے تمہارے گھیرنے کے
لیے بھیج رہے ہیں“

اب اس آواز میں جھجکا ہٹ تھی شاید وہ کوئی بڑا
افسر تھا۔

”یکرٹ مشن بتا تو رہے ہوں“

اب پرمود کے لہجے میں غصہ تھا

لیکن اچانک ٹرانسمیٹر کا بلب بند ہو گیا۔ شاید مزید
وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔

ہوشیار ہو جاؤ شاید اب لڑاکا طیارے ہمیں گھیریں
گے۔ کیونکہ انہیں شک پڑ گیا ہے۔ ویسے اب سرحد

صرف ۶۰ میل دور رہ گئی ہے اور پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر
پر چیف سے سلسلہ ملا یا اور انہیں موجودہ پوزیشن کے

متعلق بتلایا اور ان سے دو لڑاکا طیارے بھیجنے کی درخواست
کی۔ چیف نے اسے تسلی دی اور کہا کہ ابھی دو لڑاکا طیارے

اس کی حفاظت کے لیے بھیج رہا ہے۔
اعظم اور صدیقی نے مشین گنیں سنبھال لیں اور چوکنے۔

ہو کر بیٹھ گئے۔

”ہوشیار“ اعظم چیخا

پرمود کا شک درست ثابت ہوا۔ چند لمحے بعد ان کے

سر پر دو لڑاکا طیارے گر جنے لگے اور پھر ان کے

ٹرانسمیٹر کا بلب سپارک ہونا شروع ہو گیا لیکن پرمود

نے بٹن آن نہیں کیا۔ وہ زیادہ سے زیادہ دقت لینا

چاہتا تھا۔

پرمود نے دیکھا کہ اب وہ دونوں طیارے اس کے

وائیں بائیں چل رہے ہیں۔ ٹرانسمیٹر کا بلب اب بھی سپارک

کر رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے بٹن آن کر دیا

”ہیلو ہیلو“ ہیلی کاپٹر پائلٹ جواب دو“

ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری

”کیا بات ہے آپ کیوں خواہ مخواہ مشن میں رخنہ ڈال

رہے ہیں واپس چلے جائیں“

پرمود نے ٹھکانہ انداز میں کہا

نہیں تم اپنا رخ بدلو ہمیں تمہیں زبردستی اُتارنے درز

بتاؤ کرنے کا حکم ملا ہے جلدی کرو۔

”ہیلی کاپٹر کا رخ بدلو ورنہ ہم فائرنگ شروع

کروں گے“ دوسری طرف سے آواز آئی

تم جو کچھ کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ میں ہیلی کاپٹر کا رخ

نہیں بدلوں گا۔

پرمود نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا

طیارے اب بھی اس کے ارد گرد وہی تھے بٹن بند کرتے ہی پرمود نے ہیلی کاپٹر کی رفتار انتہائی کم کر دی طیارے اس سے آگے نکلے چلے گئے۔ پرمود نے سمجھ کر رفتار تیز کر دی۔ طیارے اب چکر کاٹ کر ہیلی کاپٹر کی طرف آ رہے تھے۔

سرحد اب ۲۰ میل رہ گئی ہے میں انہیں حتی الوسع ڈاج دینے کی کوشش کروں گا۔ لیکن تم دونوں پر آشوب باندھ کر تیار ہو جاؤ شاید ہمیں کوئی ناپڑ جائے۔

طیارے اب قریب آتے جا رہے تھے ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ وہ شاید اکٹھے اس پر فائرنگ کرنا چاہتے تھے۔ اور یہی ان کی غلطی تھی۔ پرمود نے اس سے ناٹھ اٹھایا اس نے اچانک ہیلی کاپٹر کا رخ بدل دیا۔ ہیلی کاپٹر بائیں طرف ہٹتا چلا گیا۔ طیاروں سے گولیاں برسائی گئیں۔ لیکن ہیلی کاپٹر ان کی نڈ سے باہر تھا۔ طیارے پیچھے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

”اب یہ ہمیں دونوں طرف سے گھیریں گے“

کوشش کرنا کہ مشین گن کے نشانے پر چڑھ جائیں

پرمود نے ان دونوں کو ہدایت کی اور ہیلی کاپٹر کو بہت کم بلندی پر لے آیا۔ طیارے اب پیچھے کی طرف سے آ رہے تھے۔ اس پر بار دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا وہ تیزی سے ہیلی کاپٹر کے نزدیک آتے جا رہے تھے اعظم اور صدیقی نے مشین گنیں نبھال لیں۔ پرمود نے بلندی اور کم کر دی۔ نیز طیارے بھی غوطہ میں آ رہے تھے پھر وہ جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے اوپر سے گزرے اعظم اور صدیقی نے مشین گنز سے فائرنگ کر دی۔ طیاروں سے بھی گولیاں برسائی گئیں۔ طیاروں کی گولیاں سیدھی ہیلی کاپٹر کے انجن پر لگیں اور مہر اعظم ایک طیارے کو شوٹ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا گولیاں شاید اس کی تیل کی ٹینکیوں پر پڑی تھیں کیونکہ دوسرے لمحے وہ طیارہ شعلوں میں گھر گیا تھا دوسرا طیارہ صاف بچ کر چلا گیا صدیقی اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا تھا ہیلی کاپٹر ڈولنے لگا تھا۔

”جلدی کرو کرو دجاؤ ہیلی کاپٹر کو آگ لگنے والی ہے“

پرمود نے ان دونوں کو کہا اور دوسرے لمحے وہ دونوں فضا میں کود گئے۔ پرمود نے وہ فائل پہلے ہی ایک دائرہ پر دف تھیلے میں بند کر کے اپنے سینے سے باندھ

رکھی تھی۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کسی وقت ہیلی کا پٹر
چھوڑنا پڑے تو فائل اسی میں رہ جائے۔ ان دونوں
کے کودنے کے بعد وہ بھی فضا میں کود گئے اس کے کودنے
کے چند لمحے بعد اس کا ہیلی کا پٹر بھی شعلوں میں گھر کر
تیزی سے زمین کی طرف جانے لگا۔ دوسرا طیارہ دوبارہ
ادھر ہی آ رہا تھا۔ پر مود تیزی سے سر کے بل زمین کی
طرف گرتا چلا گیا۔ کافی فاصلے پر جا کر اس کا پیرا شوت
کھل گیا وہ ایک جھٹکا کھا کر سنبھل گیا۔ اعظم اور صدیقی
اسے نظر نہیں آ رہے تھے کیونکہ چاروں طرف گہرا اندھیرا
تھا۔ دوسرے لمحے جہاز اس کے اوپر سے گزرا چلا گیا۔
اس نے سوچا شاید جہاز والوں نے انھیں کودتے نہ
دیکھا ہو اور وہ مطمئن ہو گئے ہوں کہ وہ بھی ہیلی کا پٹر
کے ساتھ تباہ ہو گئے ہیں۔ وہ تیزی سے زمین کی طرف
جارہا تھا۔ لیکن پھر اس نے دیکھا کہ فضا جہاز سے پھینکی
جانے والی ایک لائٹ بم سے روشن ہو گئی جہاز والوں نے
اپنا ٹسک مٹانے کے لیے لائٹ بم پھینکا تھا یہ بم ایک
مخصوص پیرا شوت کے ساتھ ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ
نیچے اترتا ہے اس سے کافی دیر تک فضا روشن رہتی ہے
اس نے بم کی روشنی میں دیکھا کہ اعظم اور صدیقی زمین کے

کافی قریب پہنچ چکے تھے ان کے پیرا شوت اسے صاف نظر
آ رہے تھے۔ پر مود کا پیرا شوت یقیناً جہاز والوں کی نظر
میں آچکا تھا۔ کیونکہ اب جہاز کا رخ پر مود کی طرف تھا
وہ شاید اس پر فائرنگ کرنا چاہتا تھا۔ پر مود نے
مشین گن سنبھال لی۔ وہ اس حالت میں جہاز پر فائرنگ
کرنا چاہتا تھا۔ گو وہ بری طرح ڈول رہا تھا۔ لیکن اس
نے سوچا کہ شمش کو دیکھنے میں کیا ہرج ہے۔

اچانک جہاز اس کے اوپر سے گزرا اور پھر مشین گنوں
کی مخصوص آواز اُبھری اور گولیاں اس کے دائیں بائیں
سے گزرتی چلی گئیں۔ یہ اتفاق تھا یا اس کی خوش قسمتی کہ
ایک گولی بھی اس کو نہ لگی۔ البتہ اب زمین پر گرنے کی رفتار
اور زیادہ تیز ہو گئی شاید کچھ گولیاں پیرا شوت کی
چھتری میں سوراخ کر گئی تھیں اس لیے سہوا کا دباؤ کم
ہو گیا تھا۔ پر مود نے بھی مشین گن چلائی ضرور تھی لیکن
کچھ بھی نہ ہوا۔ بری طرح ڈولنے کی وجہ سے ایک گولی بھی
صحیح نشانے پر نہ لگی تھی۔ جہاز چکر کاٹ کر دوبارہ اس کی
طرف آ رہا تھا لیکن دوسرے لمحے پر مود چونک پڑا کیونکہ
بلکا دینے کی طرف سے دو جہاز اس جہاز کی طرف بڑھ رہے
تھے پر مود خوش ہو گیا۔ چلو اب اس جہاز سے تو بچھا چھوٹا

لیکن اب ایک اور خطرہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا کیونکہ زمین کی طرف اس کے گرنے میں اب تشویش ناک اضافہ ہو چکا تھا اگر یہی صورت حال رہی تو یقیناً وہ زمین پر پڑے زور سے گرتا اور پھر اس کی ہڈیاں سلامت نہ رہتیں پھر اس نے دیکھا کہ حملہ آور جہاز اب تیزی سے واپس ہوا کی طرف بھاگ رہا تھا۔

اب وہ زمین سے کافی نزدیک آچکا تھا۔ نیچے پہاڑیاں تھیں اس لیے اور زیادہ تشویش تھی اس کے ملک کے جہاز بھی اب واپس جا چکے تھے اس نے سچے جوڑے تاکہ کرتے وقت کم سے کم چوٹ لگے اور پھر دوسرے لمحے وہ دھماکے سے پانی میں گرتا چلا گیا یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ سرحد کے قریب ایک گہری جمیل میں گر رہا تھا انہی میں وہ سوچتا تھا انہی نے اس پر قسمت کی دیوی اتنی مسدبان کیوں ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پر آشوٹ سے نجات پا کر کنارے پر آ گیا تھا۔ پھر واچ ٹرانسمیٹر پر اس کی نظر پڑی بارہ کا ہندسہ سرخ تھا اعظم اور صدیقی اس سے بات کرنا چاہتے تھے اس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے ان سے تفصیلات پوچھیں وہ بھی اس کے قریب ہی موجود تھے اس نے انہیں پوزیشن بتا کر اپنے پاس آنے کا حکم دیا اور اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر

پر چیف سے سلسلہ ملایا جلد ہی سلسلہ مل گیا اس نے انہیں تفصیل بتائی اور انہیں اپنی موجودہ پوزیشن بتا کر ایک ہیلی کاپٹر کی بھیجنے کی درخواست کی

اعظم اور صدیقی بھی اتنی دیر میں اس کے پاس آ گئے اب وہ سرحد سے صرف پندرہ میل ہی دور تھے، کوئی دس منٹ بعد ایک ہیلی کاپٹر ان کے سر پر نظر آنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کے اوپر دو لڑاکا طیارے بھی موجود تھے شاید چیف نے انہیں حفظ ماتقدم کے طور پر بھیجا ہو گا کہ ناغستان کے طیارے دوبارہ حملہ آور نہ ہو جائیں۔

پروموس نے جیب سے نیل ٹارچ نکالی اور ہیلی کاپٹر کو اشارہ دیا اور پھر دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر ان کے قریب اتر گیا وہ تینوں اس میں سوار ہو گئے اور ہیلی کاپٹر دوبارہ فضا میں بلند ہوا اور تھوڑی دیر بعد وہ باسانی اپنی سرحد میں داخل ہو گئے۔ دونوں لڑاکا طیارے اب بھی ہیلی کاپٹر کے اوپر چکر لگا رہے تھے لیکن ناغستان نے دوبارہ حملہ نہیں کیا شاید اسے بہت ہی نہیں پڑی تھی۔ دوسرے دن پرمود کر نل ڈی کے سامنے ”ٹریپ آف ڈیٹھ“ کے اصل فائلے پیش کر رہا تھا۔ (ختم شد)

عشق و اشتیاق / اشعار کا لاجواب مجموعہ

عشق اشعار

مترجم
امین راہی

قیمت چھ روپے

فوری اپنے قیمتی آرڈر
سے مطلع فرمائیں

روپی پبلی کیشنز
اردو بازار
لاہور

نقشہ روز

کہکشانِ رباب کے ایڈیٹر

جناب قدوس خان آفریدی

کی لاجواب شاعری کا حین مجموعہ

مسکراتے زخم

قیمت ۵/- روپے

آج ہی اپنے قیمتی آرڈر
سے مطلع فرمائیں

روپی پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور